سَنَدُ السَّعَادَاتِ فِی حُسْنِ خَاتِمَةِ السَّادَاتِ

فضائل سادات

تصنیف

علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہ

ترجمہ وتحشیہ وتقدیم

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز شہسرام

سَنَدُ السَّعَادَاتِ فِی حُسْنِ خَاتِمَةِ السَّادَاتِ

فضائل سادات

علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ

ترجمہ، تحشیہ، اضافہ

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی

ایم اے، پی ایچ ڈی [علیگ]

سلطان شیرشاہ سوری پبلیکیشنز شہسرام

PDF work by WASTI NETWORK

سلسلۂ مطبوعات: ۵

c : ساحل

نام کتاب : سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات [فضائل سادات]

مصنف : علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ

ترجمہ، تحشیہ واضافہ: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

بتعاون خصوصی : جناب سید معین اختر زیدی، بیت السادات، دودھ پور، علی گڈھ

زیرِ اہتمام : سلطان شیر شاہ سوری پبلیکیشنز، شہسرام

سالِ اشاعت : ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۵ء

صفحات : ۱۳۲

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : ۵۰/روپے

ملنے کے پتے

- خانقاہ قادریہ صغرویہ، محلّہ میدان پورہ، بلگرام شریف
- خواجہ بک ڈپو، مٹیا محل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۶
- رضوی بک ڈپو، محلّہ مدار دروازہ، شہسرام، ۸۲۱۱۱۵
- مکتبہ رحمانیہ رضویہ، درگاہ اعلیٰ حضرت، محلّہ سوداگراں، بریلی شریف
- عرشی کتاب گھر، منڈی میر عالم، پتھر گٹی روڈ، حیدرآباد ۴۰۰۰۰۲
- فیضان کتاب گھر، ۲۶/فرسٹ فلور، عیدگاہ کمپلیکس، نزد امانت بینک، ٹینری روڈ، بنگلور-۵
- اعجاز بک ڈپو، کلکتہ
- ایجوکیشنل بک ہاؤس، شمشاد مارکیٹ، علی گڈھ

شرف انتساب

مولائے کائنات مشکل کشا شیر خدا امیر المومنین

حضرت علی مرتضیٰ ابن ابی طالب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی خدمت اقدس میں نذر گدایانہ

اے خدا را تیغ، اے اندام احمد را سپر
یا علی، یا بوالحسن، یا بوالعلیٰ امداد کن

نیازمند

ساحل

فہرست

۱- تقریظ-تاج الشریعہ علامہ مفتی شاہ اختر رضا قادری ازہری ۹
۲- تقریظ-مخدوم ملت مولانا سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی ۱۰
۳- تقدیم-ساحل شہسرامی [علیگ] ۱۲
۴- ساحل شہسرامی—ایک تعارف ۲۷

سَنَدُ السَّعَادَاتِ فِی حُسْنِ خَاتِمَةِ السَّادَاتِ

۵- سادات کے لئے حسن خاتمہ کی قوی امید ہے ۳۲
۶- آیت تطہیر کی تشریح ۳۳
۷- سادات کا ایمان عشرۂ مبشرہ کی طرح ہے؟ ۳۳
۸- حضرت سلمان فارسی اہل بیت میں شامل ہیں ۳۴
۹- آخرت میں سادات بخشے بخشائے ہوں گے؟ ۳۵
۱۰- سادات پر شرعی حد قائم کی جائے گی ۳۵
۱۱- سادات کی مذمت جائز نہیں ۳۵
۱۲- سادات کا ظلم، تقدیرات الٰہیہ کی طرح ہے ۳۵
۱۳- شرعی حقوق، سادات پر بھی نافذ ہیں ۳۶
۱۴- فسق کے ارتکاب سے سیادت کا شرف زائل نہیں ہوتا ۳۷
۱۵- سید اگر بدمذہب ہوجائے تو اس کی کوئی رعایت نہیں کی جائے گی ۳۷
۱۶- سید کے فسق عملی سے چشم پوشی کی جائے ۳۹
۱۷- سادات کو خدا ترسی اور تقویٰ کی ترغیب ۴۰

۱۸- ''لا اغنی عنکم من اللہ شیئا'' کی تشریح ۴۱
۱۹- سادات سے گناہوں کا ارتکاب، حضور کی رنجیدگی کا باعث ۴۳
۲۰- سادات احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے زیادہ مستحق ۴۵
۲۱- سادات کو اللہ کی گرفت سے ڈرتے رہنا چاہئے ۴۵
۲۲- سادات کی نسبت فرزندی حضرت علی کے ساتھ زیادہ مضبوط ۴۶
۲۳- حضور ﷺ کی نسبت کل قیامت میں بھی کام آئے گی ۴۸
۲۴- صرف اولاد فاطمہ، فرزند رسول کہلانے کی مستحق ۴۸
۲۵- کیا حضرت عمر، حضرت علی کے کفو ہیں؟ ۴۹
۲۶- اولاد فاطمہ کے فرزند رسول کہلانے کے چند دلائل ۴۹
۲۷- نسب اور سبب کی توضیح ۵۱
۲۸- خلفائے اربعہ کی فضیلت غیر سادات کے ساتھ مخصوص؟ ۵۲
۲۹- اولاد فاطمہ کی تعظیم کے لئے قیام ۵۲
۳۰- حضور ﷺ کا حضرت فاطمہ کی تعظیم کے لئے قیام ۵۳
۳۱- بے علم سید کو عالم سے بالانشست رکھنی چاہئے؟ ۵۴
۳۲- کسی دوسرے کی کنیز سے پیدا ہونے والی سید کی اولاد، آزاد ہوگی ۵۴
۳۳- دونوں داماد رسول، شیخین سے افضل؟ ۵۵
۳۴- حضرت فاطمہ افضل ہیں یا حضرت خدیجۃ الکبریٰ؟ ۵۶
۳۵- حضرت عائشہ کی فضیلت ۵۸
۳۶- حضرت فاطمہ افضل ہیں یا حضرت عائشہ؟ ۵۹
۳۷- حضرت علی کی ایک وجہ فضیلت ۶۱
۳۸- خلیفہ ہارون رشید اور امام موسیٰ کاظم کا ایک مکالمہ ۶۲

فہرست حواشی

۳۹- واقعی سید کافر نہ ہوگا، یہی ظن غالب ہے ۶۳
۴۰- نار جہنم کی دو قسمیں ۶۴
۴۱- فضائل اہل بیت حضرات حسنین کے ساتھ خاص ۶۴
۴۲- اس ذیل میں علیٰ حضرت کی تشریح ۶۵
۴۳- سیدوں کے لئے جہنم میں نفی خلود ہے یا نفی دخول؟ ۶۵
۴۴- عشرۂ مبشرہ اور اصحاب بدر کو بھی اندیشۂ آخرت ہے ۶۶
۴۵- سید کہلانے والے بدمذہب کیوں ہو جاتے ہیں؟ ۶۷
۴۶- سادات کا ایمان عشرۂ مبشرہ کی طرح نہیں ۶۹
۴۷- محبت علی میں غلو باعث ہلاکت ہے ۷۲
۴۸- سادات کو اعمال صالحہ کی ترغیب ۷۳
۴۹- بابر کے زمانے کا ایک واقعہ ۷۴
۵۰- سیدوں کے لئے ارتکاب گناہ پر دوہرا وبال ۷۶
۵۱- سادات کا ایمان پر خاتمہ قطعی اور یقینی نہیں ۷۶
۵۲- اللہ تعالیٰ ''فَعَّالٌ لِمَا یُرِیْدُ'' ہے ۷۸
۵۳- سادات کو خوف الٰہی کی تلقین ۷۹
۵۴- اللہ تعالیٰ کی مشیت سب پر غالب ہے ۷۹
۵۵- سادات کو سیادت پر غرور نہ کرنے کی تلقین ۸۲
۵۶- ہر نیک صاحب ایمان، حضور ﷺ کی آل ہے ۸۳
۵۷- اہل بیت کی تین قسمیں ۸۴

۵۸- امید واثق ہے کہ سادات کو عذاب آخرت نہ ہوگا ۸۶
۵۹- سید جب تک بدمذہب نہ ہو، اس کی تعظیم لازم ۸۷
۶۰- ظلم کسی کے لئے روا نہیں ۸۸
۶۱- حضرت شیخ اکبر کی کتابوں میں الحاقات ۹۰
۶۲- مرتکب کبیرہ سید، سید ہی رہے گا ۹۲
۶۳- قریش کی ساری شاخیں ایک دوسرے کی کفو ۹۳
۶۴- خلفائے اربعہ کی فضیلت مطلق ہے، سادات اس سے مستثنیٰ نہیں ۹۴
۶۵- فضل علم، فضل نسب سے اشرف واعظم ہے ۹۴
۶۶- قرشی غیر عالم سے عالم افضل ہے ۹۵
۶۷- شیخین کی فضیلت کے بارے میں چند احادیث مبارکہ ۹۶
۶۸- بنی ہاشم کی تعظیم کے لئے قیام ۹۷
۶۹- دوسرے معظمان دینی کے لئے قیام ۹۸
۷۰- علما اور سادات کو اپنی تعظیم کی خواہش حرام ۹۸
۷۱- عزت افزائی قبول نہ کرنا گدھا پن ہے ۹۹
۷۲- غیر عالم سید سے غیر سید عالم افضل ہے ۹۹
۷۳- حضرت عبداللہ ابن عباس کی تعظیم علم ۱۰۰
۷۴- ہارون رشید کی تکریم علم وعلما ۱۰۱
۷۵- شیخین سب سے افضل ہیں ۱۰۲
۷۶- خواتین اسلام میں کون سب سے افضل ہے؟ ۱۰۳
۷۷- نسب پر فخر زمانۂ جاہلیت کی چیز ہے ۱۰۴

.....

انساب اور سادات کرام

۷۸-	خاندان اور قبائل کی تقسیم آپسی شناخت کے لئے ہے	۱۰۷
۷۹-	بری رگ اثر لاتی ہے	۱۰۸
۸۰-	آباؤ اجداد کا تقویٰ، اخلاف کے کام آتا ہے	۱۰۹
۸۱-	فضیلت نسب بھی انعام الٰہی ہے	۱۱۰
۸۲-	نعمتوں کی ناقدری ان کے زوال کا سبب ہے	۱۱۰
۸۳-	مدار نجات تقویٰ پر ہے	۱۱۲
۸۴-	فضل نسب شرعاً معتبر ہے	۱۱۲
۸۵-	حضور کی قرابتیں، دارین میں کام آئیں گی	۱۱۳
۸۶-	نسب کی حفاظت اسلام میں ملحوظ ہے	۱۱۵
۸۷-	علم الانساب کی تعریف	۱۱۷
۸۸-	انساب کے دس طبقات	۱۱۸
۸۹-	علم الانساب کی تدوین	۱۲۰
۹۰-	انساب پر چند اہم ہندوستانی کتابیں	۱۲۰
۹۱-	فضائل اہل بیت	۱۲۱
۹۲-	حضرات اہل بیت کی شان جود وسخا	۱۲۳
۹۳-	فضیلت اہل بیت کی چند احادیث کریمہ	۱۲۳
۹۴-	کتابیات	۱۲۸

تقریظ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ سراج الطریقہ قطب زماں قاضی القضاۃ فخر ازہر حضرت علامہ مفتی شاہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ جانشین مفتی اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ، بریلی شریف

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، اَمَّا بَعْدُ!

عزیز القدر مولانا مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی [علیگ] میرے پاس علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ کی مختصر تصنیف ''سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات'' کا اردو ترجمہ لے کر آئے۔ حضرت میر غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ کی یہ تالیف، حضرات سادات کرام کے حسن خاتمہ کے تعلق سے تحریر کی گئی ہے۔ میرے جد کریم امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے بھی اس موضوع پر رسالہ مبارکہ ''جزاء اللہ عدوہ بآباۂ ختم النبوۃ'' میں سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ مترجم سلمہٗ نے بھی ان کے اقتباسات حاشیے میں درج کئے ہیں۔

اس کتاب کو پڑھوا کر مکمل سننے کا موقع نہیں ملا، امید ہے کہ متن، ترجمہ اور حاشیہ مناسب ہوگا۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ مولانا ارشاد احمد رضوی سلمہٗ کی یہ کوشش علمی و دینی قبول فرمائے اور ان سے اپنی رضا کے کام لیتا رہے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہٗ

تقریظ

مخدوم ملت جانشین فاتح بلگرام شیخ طریقت حضرت مولانا حافظ قاری سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ صغرویہ، محلہ میدان پورہ، بلگرام شریف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ، صغروی سادات میں ایک نامور اور کثیر التصانیف بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کی کئی تصانیف اور اس کے ترجمے اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ چند سال پہلے علامہ کی تصنیف ''مآثر الکرام'' کا اردو ترجمہ عزیز القدر مفتی یونس رضا قادری، وائس پرنسپل جامعۃ الرضا، بریلی شریف نے کیا اور وہ کتاب شائع ہوئی۔ اس کے بعد مفتی ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی [علیگ] کی کاوش سے علامہ کی دوسری مختصر تالیف ''سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات'' کا اردو شائع ہونے جا رہا ہے۔

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ] اس سے پہلے بھی ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ''دائرۂ قادریہ۔ بلگرام شریف'' نامی کتاب ہمارے اسلاف کے تعارف میں پیش کر چکے ہیں۔ اب ان کی یہ دوسری اہم کاوش ہے۔ ان کی فراہم کردہ اطلاع کے مطابق ہمارے بزرگوں کی دو اور کتابیں ان کے زیر ترجمہ ہیں:

۱- سلاسل الانوار فی سیر الاخبار، مصنفہ: حضرت سید نوازش علی فقیر بلگرامی عرف لالہ میاں، نبیرہ وجانشین سید العارفین حضرت سید شاہ لطف اللہ بلگرامی معروف بہ شاہ لدھا قدس سرہما

۲- نظم اللآلی فی نسب سید علاء الدین العالی، مصنفہ: سید محمد بلگرامی علیہ الرحمہ

مفتی صاحب کے اس ذوق وشوق اور ہمارے اسلاف سے ان کی بے لوث عقیدت کو دیکھ کر دل سے دعا نکلتی ہے۔ ان کے علم وفضل، علمی احتیاط اور دیانت داری کے اہل علم قائل ہیں۔ امید ہے کہ وہ معیار اس کتاب کے ترجمے میں بھی قائم ہوگا۔ میں نے جستہ جستہ پڑھوا کر بھی سنا، ماشاء اللہ احتیاط اور ادب ہر جگہ ملحوظ پایا۔ کہیں کہیں حضرت مصنف کے اقتباسات سے اختلاف بھی ہے تو اسے بزرگوں کی تصریحات سے مزین کر کے بہت مودب انداز میں موقف حق کو پیش کیا گیا ہے۔

یہ فقیر قادری واسطی دعا گو ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان کی علمی کاوشوں کو قبول فرمائے، انہیں مقبول عام بنائے اور ان کے ایمان، علم، عمل اور سعادتوں میں برکت سے نوازے اور انہیں مزید در مزید اپنی رضا کے کاموں میں مصروف رکھے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

فقیر قادری
سید اویس مصطفےٰ واسطی عفی عنہ
محلہ میدان پورہ، بلگرام شریف

تقدیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ صغروی سادات بلگرام کے ان چند نفوس عالیہ میں ہیں جنہیں عالمگیر شہرت نصیب ہوئی۔ آپ علامہ میر عبدالجلیل نامی علیہ الرحمہ کے نواسے اور عزیز ترین شاگرد ہیں۔ عربی اور فارسی ادب کا ایسا عظیم اسکالر پورے اسلامی ہندوستان کی تاریخ میں چند ہی آئے۔ سترہ ہزار سے زیادہ عربی اشعار شاید ہی کسی ہندی شاعر نے کہے ہوں، وہ بھی فکر کی ایسی ندرت کے ساتھ جس کی نظیر ملنی دشوار ہو۔ علامہ نے مآثر الکرام میں خود اپنا مختصر تعارف پیش کیا ہے جو سب سے مستند ہے۔ اسے پیش کرتا ہوں۔ وہ رقم طراز ہیں:

"راقم الحراف فقیر آزاد حسینی نسباً، واسطی اصلاً، بلگرامی مولداً ومنشاءً، حنفی مذہباً، چشتی طریقتاً نے ۲۵ رصفر ۱۱۱۶ھ میں لباس ہستی پہنا اور ابتدائے ہوش سے ہی تحصیل علم میں لگ گیا۔ ابتدا تا انتہا درسی کتابیں استاذ المحققین میر طفیل محمد بلگرامی علیہ الرحمہ کے حلقۂ درسی میں بالترتیب پوری کیں اور فن لغت، حدیث، سیرت نبوی اور ادبی فنون اپنے نانا اور استاذ حضرت میر عبدالجلیل بلگرامی علیہ الرحمہ کی قدسی تربیت بارگاہ سے حاصل کئے اور عروض، قافیہ اور بعض فنون ادب کے لیے اپنے ماموں صاحبزدۂ علامہ عبدالجلیل، میر سید محمد شاعر بلگرامی کی خدمت بابرکت میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ۱۱۳۷ھ میں سید العارفین میر سید لطف اللہ شاہ لدّھا بلگرامی قدس سرہٗ کی پاکیزہ جناب میں سلسلۂ چشتیہ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ رجب دوشنبہ کو ۱۱۵۰ھ میں سفر خیر [۱۱۵۰ھ] حرمین شریفین کے ارادے سے تنہا پیدل بلگرام سے نکل پڑا۔ احباب واقرباء کو بالکل غافل رکھا تا کہ یہ منزل مقصود میں آڑے نہ

آئیں۔ مثنوی طلسم اعظم میں اس سفر کی روداد لکھی ہے۔ تین دن بعد میرے گھر کے لوگ اس معاملے سے آگاہ ہوئے اور انگشت بدنداں رہ گئے۔ فقیر کے سگے بھائی سید غلام حسن نے تین منزل تک تعاقب کیا لیکن میں ہاتھ نہ آیا، اس لیے واپس لوٹ گئے۔ میں نے غیر معروف راستہ اختیار کیا تھا۔ سرونج توابع مالوہ تک کا راستہ پیدل طے ہو گیا۔ چونکہ قدم پیادہ گردی سے کبھی آشنا نہیں تھے، اس لیے پیروں کے آبلے خوشۂ انگور بن گئے۔

اتفاقاً نواب آصف جاہ کے جھنڈے ان دنوں دیار مالوہ میں سایہ فگن تھے۔ رہنمائے قسمت نے مجھے اس سمت متوجہ کیا اور تازہ عنایت ربانی جلوہ گر ہوئی۔ بغیر کسی سابقہ تعارف کے ایک عزیز نے اپنے مہمان خانے میں جگہ دی۔ نیاز مندی کے رسوم حد سے زیادہ پیش کئے اور سواری کے لیے بجلی رتھ نذر کی۔ ۲۲ رشعبان ۱۱۵۰ھ کو نواب آصف جاہ مرحوم سے ملاقات ہوئی اور یہ رباعی بے ساختہ زبان پر آ گئی۔

اے حامی دیں، محیط جود واحساں — حق داد ترا خطاب آصف شایاں
او تخت بدر گاہ سلیماں آورد — تو آل نبی را بہ درکعبہ رساں

ترجمہ: اے دین کے پشت پناہ، پیکر جود وسخا، سراپا احسان، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت موزوں لقب: آصف، عطا کیا ہے۔ حضرت آصف برخیا، تخت بلقیس لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ ایک فرزند رسول کو آستان کعبہ تک پہنچا دیں۔

فقیر نے موزونئ طبع کے باوجود مالداروں کی تعریف میں پوری زندگی میں کبھی زبان نہیں کھولی۔ صرف یہ رباعی سفر بیت اللہ میں تعاون حاصل کرنے کی غرض سے سرزد ہوئی اور نواب نظام الدولہ شہید کی شان شہادت میں دو عربی شعر نذر

ہوئے۔ نواب زادہ کی مدد سے خاطر خواہ توشہ اور سواری مل گئی اور ۱۱۵۱ھ میں حرمین طیبین کی زیارت کی عظیم سعادت حاصل کی۔'' [مآثر الکرام اردو، ص: ۲۶۰ اور ۴۳۴ تا ۴۴۱]

حضرت علامہ آزاد نے حرمین طیبین کے علما و مشائخ سے علمی فیوض و برکات بھی حاصل کئے۔ مولانا محمد حیات سندھی مدنی علیہ الرحمہ سے صحاح ستہ اور مفردات کی اجازتیں حاصل کیں۔ شیخ عبدالوہاب طنطاوی مصری سے بھی علمی فوائد حاصل کئے۔ شیخ طنطاوی علامہ سے بے حد متاثر تھے۔ فرمایا کرتے: "یَاسَیِّدِیْ! اَنْتَ مِنْ عُتَقَاءِ اللّٰہِ۔" ۱۱۵۲ھ میں ہندوستان واپس ہوئے۔ ۳؍ جمادی الاولیٰ کو علامہ آزاد جدہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں مخا کی بندرگاہ پر جہاز لنگر انداز ہوا۔ وہاں آپ نے سلسلہ شاذلیہ کے بانی حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی [م ۶۵۶ھ] کے مزار پر انوار پر حاضری دی۔ ۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۱۵۲ھ میں آپ کا جہاز سورت پہنچا اور آپ کا یہ مبارک سفر اختتام کو پہنچا۔ "سفر بخیر" [۱۱۵۲ھ] اختتام سفر کی تاریخ ہے۔

علامہ آزاد کے بعض تذکرہ نگاروں کے بیان کے مطابق انہوں نے بلگرام میں اپنی تعلیم کی تکمیل کے بعد مزید حصول علم کے لیے دہلی کا بھی سفر کیا تھا۔ لیکن اس کی تفصیل دستیاب نہیں۔ البتہ جب انہوں نے تحصیل علم سے فاتحہ فراغ پڑھا تو آپ کے ماموں سید محمد نے، جو سندھ میں ایک سرکاری منصب پر فائز تھے، آپ کو سندھ طلب کیا۔ علامہ آزاد جب سندھ تشریف لے گئے تو ان کے ماموں نے انہیں اپنا نائب مقرر کیا اور خود بلگرام واپس آ گئے۔ بلگرام میں ان کا قیام چار سالوں تک طویل رہا، اس وقفہ میں علامہ آزاد کو جو ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں، انہیں بخیر و خوبی نبھایا۔ علامہ سندھ سے جب واپس آنے لگے تو دہلی میں خبر ملی کہ ان کا خاندان الہ آباد میں ہے، اس لئے علامہ نے بلگرام کے بجائے الہ آباد کا رخ کیا

علامہ آزاد فقر و درویشی کے سارے لوازمات رکھتے تھے۔ معمولات مشائخ کے پابند اور بے نیاز طبیعت کے یہ بزرگ دنیا کی رنگینیوں کی سمت بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ نوابین اور امراء سے رابطے کو خلق خدا کے لیے استعمال کیا، حصول منفعت کے لیے نہیں۔ سبحۃ المرجان میں خود فرماتے ہیں:

''بہتوں نے مجھ سے اصرار کیا کہ میں کوئی شاہی منصب اختیار کروں اور دنیا کے لبریز جام نوش کروں لیکن میں نے اپنے دامن کو دنیوی گرد و غبار سے کبھی آلودہ ہونے نہیں دیا اور کبھی جادۂ استقامت کو چھوڑ کر اس دنیائے پر فریب کے جال میں نہیں پھنسا۔ اپنے احباب سے میں نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ اس دنیا کی مثال دریائے طالوت کی طرح ہے جس کا ایک چلّو تو حلال ہے لیکن اس سے زیادہ حرام ہے۔'' [سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص ۱۲۲]

جب نظام الدولہ مسند نشین ہوئے تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ موقع غنیمت جان کر کوئی منصب حاصل کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ''آزاد شدہ ام، بندۂ مخلوق نمی توانم شد'' میں آزاد ہو چکا ہوں۔ اس آزادی کے بعد اپنے ہم جنس کی غلامی نہیں کر سکتا۔ شعر میں بھی اپنے بے نیاز جذبے کی ترجمانی فرمائی ہے۔

ہر کسے برداشت چیزے را از اسباب جہاں
من ازیں دنیائے فانی دست را برداشتم

ہر شخص نے اس جہانِ فانی کے ساز و سامان سے کوئی نہ کوئی چیز حاصل کی۔ میں اس دنیائے فانی سے ہی دست کش ہو گیا۔ [روضۃ الکرام جدید، ص: ۲۰۴، ۲۰۵]

سید محمد عمر بن سید محمد صغریٰ کی نسل میں علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی اور سید محمد سالار بن سید محمد صغریٰ کی نسل میں علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی بلگرامی کو دنیائے علم و فن میں جیسی شہرت نصیب ہوئی، وہ اپنے آپ میں بے نظیر ہے۔ دونوں بزرگ

کثیر التصانیف ہیں۔ علامہ آزاد کی عربی اور فارسی دونوں زبان میں نگارشات ملتی ہیں، نثر میں بھی اور نظم میں بھی۔ فارسی کی نثری تصنیفات میں: ۱- مآثر الکرام [تاریخ مشائخ بلگرام] ۲- سرو آزاد [فارسی وہندی شعرا کا تعارف] ۳- خزانۂ عامرہ [۱۳۵ شعرائے فارسی کا تذکرہ] ۴- روضۃ الاولیا [خلد آباد کے اولیائے کرام کا تذکرہ] ۵- سند السعادات فی حسن خاتمہ السادات [مخطوطہ رضا لائبریری، رام پور، سیرت/۱۱ و نیز مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، احسن فارسیہ 920.23] ۶- غزالان الہند، ۷- ید بیضا [فارسی شعرا کا تذکرہ]، ۸- شجرہ طیبہ [سادات بلگرام کا نسب نامہ] ۹- انیس المحققین [شاہ لدھا اور دیگر تین صوفیا کا ذکر جمیل] ۱۰- تذکرۂ صوبہ داران اودھ کے نام ملتے ہیں۔

عربی کی نثری تصانیف میں: ۱- سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ۲- ضوء الدراری شرح صحیح البخاری [کتاب الزکوٰۃ تک] ۳- شفاء العلیل [متنبّی کی شاعری پر تنقید واصلاح، مخطوطہ کتب آصفیہ حیدر آباد میں ہے۔ نمبر اندراج: ۱۱۱۳] ۴- کشکول [آصفیہ حیدر آباد اندراج: ۲۴۲] ۵- تسلیۃ فوادفی قصائد آزاد [قصائد ومراثی کا مجموعہ ممدوحین کے سوانحی خاکوں کے ساتھ۔ قلمی نسخہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری اور مکتبہ عارف بک مدینہ منورہ میں ہے]

علامہ آزاد کا اصل میدان شاعری ہے۔ وہ نثر میں بھی شاعری کرتے ہیں۔ فارسی شاعری میں: ۱- دیوان آزاد، ۲- بیاض آزاد، ۳- قصائد آزاد، ۴- مثنوی معراج الکمال تتمہ امواج خیال [مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ، احسن فارسیہ 891.5514/13/2]، ۵- مثنوی سراپائے معشوق وغیرہ ہیں۔ عربی شاعری میں ان کے دس دواوین ہیں جو حیدر آباد، ندوہ لکھنؤ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ ۱۰۵/اشعار پر مشتمل قصیدہ مرآۃ الجمال ہے

جس میں سراپائے محبوب کی دلکش تصویر کشی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ بلگرام شریف اور مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اور خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ہے۔ ایک طویل مثنوی مظہر البرکات ہے جس میں ۳۵۰۰/اشعار ہیں۔ اس میں صوفیانہ حکایتیں اور اخلاقی کہانیاں ہیں۔ یہ حیدر آباد سے طبع ہو چکی ہے۔ علی گڑھ میں قلمی نسخہ موجود ہے۔

صفیر بلگرامی لکھتے ہیں: ”میر آزاد صاحب کا دیوان عربی، عرب میں کمال فصاحت و بلاغت وخوبی مضامین وبندش کے سبب سے مثل گلستاں وبوستاں کے پڑھایا جاتا ہے۔“ [تاریخ بلگرام، ص: ۱۱۴]

علامہ آزاد کی فکر خالص جمالیاتی تھی، حسن ازل کے شیفتہ اور اس کی تجلیات کے دلدادہ تھے۔ دل سوز عشق سے کباب تھا۔ دنیا سے بے نیازی اور فکر کی سرمستی انہیں جلوۂ محبوب میں گم رکھتی تھی۔ اس لیے نثر ہو یا نظم سب میں ایک بہاریہ رنگ وآہنگ تھا اور یہ بہاریں صرف آستان محبوب کے لیے خاص تھیں۔ اہل دول کی مدح وستائش سے آپ کی فکر کا دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا۔

سفر حج سے واپسی کے بعد علامہ آزاد سورت پہنچے پھر اورنگ آباد مہاراشٹر تشریف لے گئے اور بابا شاہ مسافر [م ۱۱۲۶ھ] کی خانقاہ میں قیام پذیر ہوئے۔ ۱۱۵۹ھ میں نظام حیدر آباد دکن نواب ناصر جنگ سے مراسم استوار ہوئے۔ ۱۱۶۵ھ سے ۱۱۶۸ھ تک آپ کا قیام حیدر آباد میں رہا۔ پھر اورنگ آباد تشریف لائے اور اخیر دم تک یہیں رہے۔ ۱۱۹۵ھ میں سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی اور خلد آباد میں حضرت برہان الدین غریب خلیفہ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہما کے مزار پاک سے قریب ایک قطعہ آراضی حاصل کی اور اس کا نام عاقبت خانہ رکھا۔ ایک تقریب سفر آخرت منعقد فرمائی، سبھی حاضرین سے عفو ودرگذر کی درخواست کی۔ سبھی حاضرین سو

گوار ہو گئے لیکن علامہ ہشاش بشاش تھے۔ اس تقریب کے انعقاد کے بعد تقریب پانچ سال حیات رہے۔ ۲۴/ ذیقعدہ ۱۲۰۰ھ/ ۱۵/ ستمبر ۱۷۸۵ء کو اس جہان فانی کو الوداع کہا تھا۔ انہیں خلد آباد میں اسی مخصوص زمین میں سپرد خاک کیا گیا۔ لوح مزار مبارک پر یہ تحریر موجود ہے:

"هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ : حَسَّانُ الْهِنْد غلام علی آزاد حسینی واسطی بلگرامی۔ "آه غلام علی آزاد"۔ وفات : ۲۴/ ذی قعده ۱۲۰۰ھ۔"

آپ کے مزار پاک کی خاص تاثیر یہ ہے کہ لوگ وہاں شکر پر فاتحہ دلاتے ہیں، یا مزار مبارک کے پاس کچھ دیر رکھ کر لے آتے ہیں اور جس بچے کو کھلاتے ہیں، اس کے اندر علمی ذوق بیدار ہو جاتا ہے اور ذہنی قوت میں جلا پیدا ہوتی ہے۔

حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ کی کئی کتابیں اردو میں ترجمہ ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں، بلکہ بعض کتابوں کے کئی کئی ترجمے ہو چکے ہیں۔ ان میں مآثر الکرام سر فہرست ہے۔ اس کے علاوہ شمامۃ العنبر، روضۃ الاولیا، مثنوی معراج الکمال کا بھی اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ راقم الحروف مئی ۲۰۱۴ء کے وسط میں علی گڈھ میں "منبع الانساب" کے باقی حصے کا ترجمہ اور تحشیہ مکمل کر رہا تھا۔ اسی دوران علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری میں چند مخطوطات سے بھی استفادہ رہا۔ انہیں میں "سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات" کا مخطوطہ بھی تھا۔ اس کے ترجمے کی طرف قلبی رجحان اس لئے بھی ہوا کہ بعض دریدہ دہنوں کی حضرات سادات کرام کی شان میں ہرزہ سرائی دیکھنے میں آئی، ان میں راشد شاز جیسے کم نصیب افراد سر فہرست ہیں اور بعض سادات بھی اپنے صالح اسلاف کی پاکیزہ

روش سے ہٹ کر سارے جہان کو بالخصوص حضرات علمائے کرام کو اپنی جوتیوں کی خاک سمجھتے ہوئے نظر آئے۔ اس لئے علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ کے اس رسالہ مبارکہ کے ترجمے کا خیال پیدا ہوا تا کہ اس باب میں اسلام وسنیت کا موقف حق اور مسلک اعتدال اسلامی دلائل کی روشنی میں سامنے آ جائے اور عامۂ اہل سنت، حضرات سادات کرام کی کماحقہٗ تکریم کا فریضہ دل وجان سے بجالائیں اور حضرات سادات کرام بھی جملہ افراد بنی آدم بالخصوص حضرات علمائے کرام کا واجبی لحاظ رکھیں۔

ہم پہلے راشد شاز جو ابھی ابھی علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ انگریزی کے براہ راست پروفیسر ہوئے ہیں، کی ہرزہ سرائی کا نمونہ دیکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"آج رسول اللہ سے نسبی تعلق جوڑنے والے سادات کے مختلف سلسلے جو اس سرزمین پر پائے جاتے ہیں اور جنہوں نے اس حوالے سے دین میں مشائخیت کو تسلسل اور استحکام دے رکھا ہے، واقعہ یہ ہے کہ وحی، عقل اور تاریخ کسی بھی اعتبار سے ان کا دعوی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ دوسری قوموں کی طرح عربوں میں بھی نسلی فخر ومباحات کے مظاہرے پائے جاتے تھے، بلکہ عربوں پر ہی کیا موقوف انسانی تاریخ میں جو لوگ بھی شہنشاہیت یا مشائخیت کے حوالے سے لوگوں کی گردنوں پر مسلط رہے ہیں، انہوں نے اپنے آپ کو آسمانی خانوادوں کا رکن رکین باور کرایا ہے۔ خلافت کا مسئلہ جب اہلیت اور تقویٰ شعاری کے بجائے قرابت کے حوالے سے دیکھا جانے لگا تو یہ مسائل اہمیت اختیار کر گئے، آیا نبی کی اس وراثت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ مشکل یہ تھی کہ رسول اللہ نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نرینہ نہیں چھوڑی تھی۔ "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" کی قرآنی آیت واشگاف الفاظ میں اس حقیقت پر مطلع کرتی ہے

کہ محمد رسول اللہ نے دنیا میں اپنا کوئی نسلی سلسلہ نہیں چھوڑا ہے۔ وہ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ ان کی حیثیت خدا کے رسول اور خاتم النبیین کی ہے۔ تاریخی مصادر اس بات پر متفق ہیں کہ آج دنیا کے مختلف گوشوں میں جو لوگ خود کو سادات کہتے یا کہلاتے ہیں، وہ ہاشمی اور مطلبی تو ہو سکتے ہیں، ان کا تعلق ابو طالب ،ابو جہل اور عباس اور حمزہ سے تو ہو سکتا ہے لیکن محمد رسول اللہ سے نہیں۔

.....اب تک نسبی سلسلہ کے تمام تر دعوے نرینہ اولاد کی بنیاد پر ہوتے آئے تھے، اب فاطمہ کے دیو مالائی پیکر کی تشکیل نے باپ کے بجائے ماں سے نسبی سلسلے کی طرح ڈال دی۔ یہ ایک بڑی جسارت آمیز تاریخی دھاندلی تھی جس نے رسول اللہ کے منقطع نسبی سلسلے کو، جس پر قرآن کی شہادت موجود تھی، امت میں پھر سے جاری کر دیا اور اس طرح سادات کے جھوٹ حوالوں سے امت کی گردنوں پر مذموم مشائخیت نے پھر سے اپنی گرفت مضبوط کر لی۔

یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ رسول اللہ کی دوسری بیٹیوں اور ان کی اولاد کو اس عز و شرف سے محروم کرنے اور اس مفروضہ آسمانی فیملی سے بے دخلی کی آخر کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ کی بڑی بیٹی زینب جن کے صاحبزادے علی بن ابو العاص فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ کی اونٹنی پر سوار تھے اور جو آگے چل کر جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور رقیہ اور کلثوم جنہوں نے مدینہ میں وفات پائی، اپنے والد کے مشن میں برابر کی شریک و سہیم رہیں لیکن ان کی اولاد کو سیاسی مبلغین نے آخر اس عز و شرف کا سزاوار کیوں نہیں سمجھا؟ ان کی اولاد دوسرے بہت سے قرشی النسب مسلمانوں کی طرح تاریخ کے صفحات میں غائب ہو گئی۔ اگر اسماعیلی دعوت نے حضرت فاطمہ کو اپنی سیاست کی اینٹ کے طور پر استعمال نہ کیا ہوتا تو پنجتن پاک کا تصور تخلیق نہ پاتا اور نہ ہی رسول اللہ سے نسبی تعلق کے خود ساختہ دعویداروں کی

فوج ظفر موج آج خود کو سید کہہ رہی ہوتی۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ سادات کی علوئے مرتبت کا سماجی اظہار آل بویہ کی امیر الامرائی کے زمانے میں ہوا جہاں سادات کے لئے شریف کا لفظ رائج ہوا۔ شریف رضی اور شریف مرتضیٰ کے ناموں میں شرافت کا یہی حوالہ موجود ہے۔ آگے چل کر سادات سے متعلق ہر چیز بلکہ ان کا مولد و مسکن بھی شریف کہلانے لگا، حالانکہ خود ان جگہوں میں شرافت یعنی رسول اللہ سے نسلی تعلق کی کوئی بات یا کوئی شائبہ بھی نہیں پایا جاتا تھا، رہے ہند و پاک کے سادات تو اس بارے میں تاریخی شہادت موجود ہے کہ ان میں سے بیشتر محمد الکابلی کی اولاد میں سے ہیں جو حسنی اور حسینی سلسلہ کے بجائے محمد بن حنفیہ یعنی حضرت علی کی غیر فاطمی اولاد میں سے تھے۔ محمد الکابلی کو بسبب خروج اپنی جان بچانے کے لئے کابل میں سکونت اختیار کرنی پڑی جہاں انہوں نے کابل کے غیر مسلم حکمراں کی بیٹی سے شادی کر لی تھی۔ تاریخ، وحی اور عقل کی روشنی میں رسول اللہ سے نسبی تعلق کے جھوٹے دعویداروں کی اس سے زیادہ اور کچھ بھی حقیقت نہیں.....

[متحدہ اسلام کا منشور۔ راشد شاز، ص ۴۹-۵۲، ملی پبلی کیشنز، نئی دہلی ۲۵]

راشد شاز کی اس بکواس اور ہفوات کا معتد بہ جواب خود حضرت مصنف علامہ میر غلام علی آزد بلگرامی قدس سرہٗ کی عبارات میں موجود ہے۔ رہ گیا اس کا یہ بکنا کہ آخر صرف خاتون جنت جگر گوشۂ رسول حضرت بتول فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کو ہی کیوں اولاد رسول مانا جاتا ہے اور رسول کریم ﷺ کی دوسری شہزادیوں کی اولادیں اپنے آباء کی طرف کیوں منسوب ہوتی ہیں؟ اس کا جواب خود اس حدیث پاک میں موجود ہے:

"فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّیْ" فاطمہ میرے وجود کا حصہ ہے۔

اس پیرایۂ بیان میں حضور ﷺ سے دوسری صاحبزادیوں کے لئے کوئی جملہ منقول نہیں ہے، حالانکہ ساری اولادیں اپنے والدین کا جگر گوشہ اور وجود کا حصہ ہوتی ہیں۔ یہ حضرت خاتون جنت کے لئے اختصاص ہے جو انہیں بارگاہ خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عطا ہوا۔ وَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ.

اور قاعدۂ بشریہ ہے کہ انسانوں میں اولادیں اور نسلیں ذکور سے چلا کرتی ہیں، اناث سے نہیں۔ اسی لئے دوسری صاحبزادیوں کی اولادیں ان کے آباء کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ امام اہل سنت مجدد دین وملت عاشق ماہ رسالت، محبّ اہل بیت، قافلہ سالار صوفیہ، سید الفقہا، امام العارفین، قدوۃ المحدثین، اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا قادری قدس سرہٗ اس ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

''امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اولاد امجاد اور بھی ہیں۔ قریشی ہاشمی علوی ہونے سے ان کا دامانِ فضائل مالامال ہے مگر یہ شرف اعظم حضرات سادات کرام کو ہے، ان کے لئے نہیں۔ یہ شرف حضرت بتول زہرا کی طرف سے ہے کہ "فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِنِّیْ". [بخاری شریف ۱/۵۳۲] فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ [فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۶۳۹]

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کا نسب ذکور سے چلتا ہے، جانوروں کی نسل مادہ کی جانب منسوب کی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے۔ جس کے باپ دادا، پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگر چہ اس کی ماں اور دادی سب سیدانیاں ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے: "مَنِ

ادَّعیٰ اِلیٰ غَیْرِ اَبِیْہِ الحدیث"، جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے، اس پر خود اللہ تعالیٰ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے، نہ نفل۔ بخاری ومسلم وابوداؤد ترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی ہے۔

ہاں! اللہ تعالیٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے۔ ان کی جو خاص اولاد ہے، ان میں بھی وہی قاعدۂ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں۔ اس لئے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں، نہ کہ بنات فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد، وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی۔'' [فتاویٰ رضویہ، ۱۳/۳۶۱]

اس کی تائید اس حدیث پاک سے ہوتی ہے: "کُلُّ بَنِیْ آدَمَ یَنْتَمُوْنَ اِلیٰ عَصَبَۃِ اَبِیْھِمْ اِلَّا بَنِیْ فَاطِمَۃَ فَاَنَا اَبُوْھُمْ". [الاسرار المرفوعۃ، ص ۱۷۶] سب کی اولادیں اپنے باپ کی طرف نسبت کی جاتی ہیں سوائے اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا باپ ہوں واللہ تعالیٰ اعلم'' [فتاوی رضویہ، ۲۹/۶۳۹]

اس لئے راشد شاز کا یہ سمجھنا درست نہیں کہ پنجتن پاک کا تصور اور سادات کرام کو اولاد رسول سمجھنا اسمٰعیلی رافضیوں کی من گڑھت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ رافضیوں نے حضرات اہل بیت کے تعلق سے ڈھیر ساری جعلی احادیث، روایات اور اور قصص وواقعات گڑھ ڈالے ہیں، لیکن ساری چیزیں ان کی من گڑھت سمجھنا بھی خارجیت اور ناصبیت ہے۔ اہل سنت کا موقف اعتدال کا حامل ہے جو ان کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

پروفیسر راشد شاز کی یہ بات بھی ایک مجذوب کی بڑ ہے کہ متحدہ ہندوستان کے

سادات محمد کابلی اسمٰعیلی کی اولاد ہیں۔اس کی تردید کے لئے انساب کی بے شمار کتابیں کافی ہیں جو صالح محققین کے ذریعہ لکھی گئی ہیں۔تاریخ کے صفحات میں یہ واقعات تحقیق کے ساتھ درج ہیں کہ لشکر اسلام کے ساتھ صحیح النسب حسنی حسینی سادات کی کثیر تعداد وارد ہندوستان ہوئی اور بہت سے افراد نے اس ملک ہندوستان جنت نشان کی سرسبزی وشادابی دیکھ کر اور بہتوں نے تبلیغ اسلام کی غرض سے اس سرزمین میں مستقل بود و باش اختیار کر لی۔فقرائے محمدی اور صوفیائے اسلام کے قافلوں نے بھی قدرت کا اشارہ پا کر اس دارالکفر کا رخ کیا اور اسلام کی بے مثال اشاعت فرمائی اور کافروں کی ایک کثیر تعداد ان کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئی۔ان فقراء وصوفیا میں بہت سارے صحیح النسب سادات کرام تھے۔ان میں عطائے رسول سلطان الہند خواجۂ خواجگاں سید معین الدین حسن سنجری اجمیری، قطب الاقطاب خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی دہلوی، فاتح بلگرام سید محمد صاحب الدعوۃ الصغریٰ بلگرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے۔جب ان سادات کرام کی زندگی ہندوستان میں گذری تو ان کی نسلیں کیا آسمان پر فروکش ہوں گی؟اس لئے سادات ہند کی سیادت کو یکلخت رد کر دینا بہت بڑی جراءت اور تاریخی دیدہ دلیری ہے جس کی تائید عقل ونقل، روایت و درایت کچھ بھی نہیں کرتے۔

علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ، علم وفضل اور قرب الٰہی کا استعارہ ہیں۔آپ کا ادبی ذوق، آپ کے شعری دواوین نثری نگارشات سے خوب نمایاں ہے۔آپ کی مختصر تالیف ''سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات'' بھی آپ کے حسن نگارش، وفور علم، ذوق مطالعہ اور کثرت معلومات کا آئینہ ہے۔اس

مختصر سی تالیف میں آپ نے دلکش پیرائے میں موضوع کا حق ادا کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔کہیں کہیں آپ نے اپنے موقف کی تائید میں مرجوح اور ضعیف روایات پیش کی ہیں، ان کی بھی نشاندہی کر کے راجح اور مقبول موقف پیش کر دیا گیا ہے اور بزرگوں کے ارشادات کی روشنی میں وضاحت کر دی گئی ہے۔لیکن یہ کوئی قابل گرفت بات نہیں، کیونکہ مناقب وفضائل کے باب میں ضعیف اور مرجوح روایات سے اپنے موقف کی تائید پیش کی جاسکتی ہے جیسا کہ اصول حدیث وفقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے۔بعض مقامات پر بعض بزرگوں کی الحاقی عبارات بھی درج ہوگئی ہیں، ان کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے۔علامہ نے ان بزرگوں کے حوالے پر اعتماد کرتے ہوئے یہ عبارات درج فرمائی ہیں، اس لئے وہ بہت حد تک معذور ہیں۔

علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی اپنی حسن نیت، صدق اخلاص، بے نیازی اور ربط باللہ کی بدولت ہماری عقیدتمندانہ علمی اور دینی توجہ کا مرکز ہیں اور رہیں گے۔مولیٰ تبارک وتعالیٰ حضرت علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ کے علمی اور روحانی فیوض وکمالات سے ہمیں بہرہ ور فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

''سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات'' کے قلمی نسخے علی گڈھ اور رامپور میں موجود ہیں اور پروفیسر مختار الدین احمد مرحوم کی صراحت کے مطابق اس کے اصل فارسی مخطوطے کی اشاعت میرزا محمد شیرازی، ممبئی نے کی تھی، لیکن اس کے کسی اردو ترجمے کی اطلاع مجھے نہیں، اس لئے ناچیز کا یہ ترجمہ اولین کوشش ہوگی۔اس کتاب میں ترجمے کے ساتھ ساتھ تفصیلی حواشی بھی درج ہیں اور سادات

کے فضائل پر ایک تفصیلی مضمون بھی شامل ہے، اس لئے اس کتاب کا مختصر نام ''فضائل سادات'' تجویز کیا گیا۔ ترجمہ میں بامحاورہ ترجمے کی روش اپنائی گئی ہے۔ حواشی میں ساری تفصیلات مستند حوالوں سے لی گئی ہیں، بالخصوص مصنف کے خاندانی بزرگ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہما کی تحریریں تائید میں پیش کی گئی ہیں۔ ادب اور دیانت داری ہر قدم پر ملحوظ ہے، پھر بھی اگر کہیں سہو در آیا ہو تو اہل نظر کی ہدایات کا منتظر اور ممنون رہوں گا۔ مولیٰ تعالیٰ میری یہ کاوش قبول فرمائے، ذخیرۂ آخرت اور کفارۂ سیئات بنائے، آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

اس قلمی کاوش کو دو بزرگوں نے اپنی دعاؤں اور تائید سے نوازا: مرشد گرامی قاضی القضاۃ، فخر ازہر، تاج الشریعہ، سراج الطریقہ حضرت علامہ مفتی شاہ اختر رضا قادری ازہری جانشین مفتی اعظم قطب عالم قدس سرہٗ اور مخدوم ملت جانشین فاتح بلگرام مرشد اجازت حضرت مولانا حافظ قاری سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی دامت برکاتہم القدسیہ قاضی شرع ضلع ہردوئی۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کا دامان کرم سلامت رکھے۔ ان کے علمی، دینی اور روحانی فیوض و برکات سے اس گناہگار کو سرفراز فرمائے اور کل قیامت میں ان کے سائبان کرم تلے حشر نصیب فرمائے۔ اس کتاب کی اشاعت میں محترمی سید معین اختر زیدی صاحب نے اپنے کریمانہ تعاون سے نوازا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی یہ خدمت قبول فرمائے اور انہیں دارین کی سعادت سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

ساحل

۲۳ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ/ ۱۷ر نومبر ۲۰۱۴ء دوشنبہ

ساحل شہسرامی — ایک تعارف

☆ قلمی نام : ساحل شہسرامی (علیگ)

☆ نام : ارشاد احمد رضوی

☆ ولدیت : جناب اشفاق احمد رضوی ولد وصی احمد حبیبی

☆ مستقل پتہ : وصی منزل، محلہ مدار دروازہ، شہسرام 821115

E-mail: r.sahil27@gmail. com

☆ تعلیمی نسبتیں : ضیائی، مصباحی، علیگ

☆ بیعت : تاج الشریعہ شاہ اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ

☆ اجازت و خلافت : تاج الشریعہ شاہ اختر رضا قادری ازہری، بریلی شریف
مخدوم ملت مولانا سید اویس مصطفےٰ قادری واسطی، بلگرام شریف

☆ تعلیمی اسناد : عالمیت، فضیلت، تخصص فی الفقہ الحنفی، قرأت حفص، قرأت سبعہ [جامعہ اشرفیہ، مبارک پور] ایم اے، پی ایچ ڈی، عربی [علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ] الٰہ آباد عربی فارسی بورڈ، بہار مدرسہ بورڈ اور جامعہ اردو کی جملہ اسناد۔

☆ تعلیمی اور رفاہی خدمات : ☆ سابق لکچرار و نائب مفتی جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
☆ سابق ممبر، مجلس شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
☆ سابق ایڈیٹر: سالنامہ اہلِ سنت کی آواز، مارہرہ، ایٹہ
☆ دینی مجلس شہسرام، ہفت روزہ نشست کی ۱۹۹۷ء میں تاسیس

زبان دانی : اُردو، عربی، فارسی، ہندی، انگریزی

☆ فتاویٰ : تقریباً ایک ہزار فتاویٰ جو فقیہ اعظم ہند علامہ محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی تصدیقات سے مزین ہیں۔

☆ مشق سخن : نعت ومناقب - پچاس سے زائد

تصانیف:

(۱) امام احمد رضا اور شہسرام — غیر مطبوعہ

(۲) تاریخ ولادت نبوی — غیر مطبوعہ

(۳) تصوف-چند وضاحتیں — زیر طبع
(۴) جمالیات اور قرآن حکیم — غیر مطبوعہ
(۵) حافظ ملت — غیر مطبوعہ
(۶) حکیم الاسلام مفتی مظفر احمد قادری داتا گنجوی-حیات اور خدمات — مطبوعہ
(۷) حضرات محدثین کے اخلاق کریمانہ — غیر مطبوعہ
(۸) حضرت سید شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہٗ-حیات وخدمات — غیر مطبوعہ
(۹) حضرت صادق شہسرامی-حیات اور شاعری — مطبوعہ
(۱۰) خاندان برکات کی علمی اور ادبی خدمات — غیر مطبوعہ
(۱۱) خواجۂ ہند — غیر مطبوعہ
(۱۲) دائرہ قادریہ-بلگرام شریف — مطبوعہ
(۱۳) شارح بخاری — غیر مطبوعہ
(۱۴) شاہ حقانی کا اردو ترجمہ وتفسیر قرآن -ایک تنقیدی وتحقیقی جائزہ — مطبوعہ
(۱۵) شدھی تحریک اور حضرت صدر الافاضل — غیر مطبوعہ
(۱۶) صاحب عرس قاسمی — مطبوعہ
(۱۷) صدر الشریعہ — غیر مطبوعہ
(۱۸) عرفان عرب [زمانۂ جاہلیت سے لے کر دور حاضر تک کے عربی ادب کی تاریخ اور ایم اے عربی کی نصابی نظموں کا اردو ترجمہ] — مطبوعہ
(۱۹) فقہ وافتا اور اس کے تقاضے — غیر مطبوعہ
(۲۰) فن ترجمہ اور قرآنی تراجم — غیر مطبوعہ
(۲۱) قطب الاقطاب دیوان محمد رشید مصطفیٰ عثمانی-حیات وافکار — غیر مطبوعہ
(۲۲) متنبی-ایک خصوصی مطالعہ — مطبوعہ
(۲۳) مخدوم سمنانی کے علمی آثار — غیر مطبوعہ
(۲۴) مساھمۃ العلامۃ فضل حق الخیر آبادی فی الدراسات الاسلامیۃ والفلسفیۃ [پی ایچ ڈی کا عربی مقالہ] — غیر مطبوعہ
(۲۵) مسلمانوں کے زوال کا نقطۂ آغاز-ہندوستانی تناظر میں — غیر مطبوعہ

(۲۶) مفتی اعظم — غیر مطبوعہ
(۲۷) ملک العلما — مطبوعہ
(۲۸) مولانا سید غیاث الدین حسن شریفی رضوی-حیات اور شاعری — مطبوعہ

تراجم:

(۱) النور والبہا لاسانید الحدیث وسلاسل الاولیا [۱۳۰۷ھ] — مطبوعہ
سراج العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری
(۲) رسالہ فی سلاسل الصوفیہ-مفتی سعد اللہ مرادآبادی — زیر طبع
(۳) سلاسل الانوار فی سیر الاخبار-سید نوازش علی بلگرامی — زیر طبع
(۴) سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات-علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی — مطبوعہ
(۵) کاشف الاستار-اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی — زیر طبع
(۶) منبع الانساب، سید معین الحق، جھونسوی الٰہ آبادی — مطبوعہ
(۷) نظم اللآلی فی نسب سید علاء الدین العالی-سید محمد بلگرامی — زیر طبع
(۸) وجود العاشقین-حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز — زیر طبع
(۹) وفیات الاعلام، سید شاہ خوب اللہ الٰہ آبادی — زیر تکمیل

مرتبات ومولفات:

(۱) اسلام کا نظریۂ موت-ملک العلما علامہ ظفر الدین رضوی — مطبوعہ
(۲) اوراد قادریہ — مطبوعہ
(۳) پنج درود غوثیہ کبیر — مطبوعہ
(۴) تحفۂ حجاز [رد سحر اور دشمنوں کے شر سے حفاظت کے لئے اوراد کا مجموعہ] — مطبوعہ
(۵) ختم قادریہ کبیر مع ترکیب توشۂ غوثیہ — مطبوعہ
(۶) شجرۂ عالیہ قادریہ بدر الہند — مطبوعہ
(۷) فتاویٰ ملک العلما — مطبوعہ
(۸) مقالات شارح بخاری (۳ر جلدیں، تقریباً پندرہ سو صفحات) — مطبوعہ

مقالات: تقریباً ۱۰۰

سَنَدُ السَّعَادَاتِ فِی حُسْنِ خَاتِمَةِ السَّادَاتِ

علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی

قدس سرہٗ [م ۱۲۰۰ھ]

ترجمہ، تحشیہ، اضافہ

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

سلطان شیر شاہ سوری پبلیکشنز، شہسرام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَ اِلَیْنَا حَبِیْبَهٗ وَخِیَرَتَهُ التَّارِکَ فِیْنَا الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِهٖ وَصَلَوَاةُ اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَیْهِ وَ عَلٰی آلِهِ الطَّاهِرِیْنَ بِحُسْنِ الْعَاقِبَةِ وَاَصْحَابِهِ الْهَادِیْنَ کَالنُّجُوْمِ الثَّاقِبَةِ. اَمَّا بَعْدُ!

ساری حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہماری جانب اپنے مکرم حبیب اور سب سے بہتر کو رسول بنا کر بھیجا جنہوں نے ہمارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑیں: ۱- اللہ کی کتاب اور، ۲- اپنی عترت۔ اللہ کا درود وسلام ان پر ہو اور ان پاکیزہ آل پر جو حسن خاتمہ سے مشرف ہیں اور ان کے مکرم اصحاب پر جو چمکتے تاروں کی مانند ہادی اور رہنما ہیں۔ اما بعد!

یہ ایک لطیف تالیف اور پاکیزہ نمونہ ہے جس کا نام ''سند السعادات فی حسن خاتمۃ السادات'' [سادات کے حسن خاتمہ کے بارے میں سعادتوں کی سند] ہے۔ اس کتاب کی وجہ تالیف یہ ہے کہ اکثر لوگ، سادات کے ایمان کے معاملے کو دوسرے لوگوں کے ایمان کے مثل سمجھتے ہیں کہ ان کا ایمان بھی عام مومنین کی طرح خاتمے کے اعتبار سے ایمان وکفر دونوں کا احتمال رکھتا ہے، حالانکہ اللہ رب العزت تعالیٰ شانہٗ نے جناب رسالت مآب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم وتعظیم کی خاطر جو سادات کے شجرۂ طیبہ کی اصل اور ان روشن ستاروں کا افق ہیں، سادات کرام کو اضافی عنایات اور حسن خاتمہ کی خصوصیات سے نواز کر سارے انسانی خانوادوں کے درمیان ممتاز بنایا ہے۔

لہٰذا حقیر فقیر غلام علی نے جس کا تخلص آزاد، نسب حسینی، وطن اصلی واسط اور وطن موجود بلگرام ہے، اس بحث کو ثقہ علمائے کرام کی کتابوں سے اخذ کر کے آبدار

موتیوں کا تحفہ تحریر کی لڑی میں پرو کر پیش کیا ہے تا کہ پاکیزہ نگاہیں اور سلیم دل سادات کرام کے حسن خاتمہ کے تعلق سے حسن ظن رکھیں اور ستھرے اعتقاد اور کامل اخلاص کی برکتوں سے خود بھی حسن خاتمہ کی سعادت حاصل کریں ﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے، وہی میرے لئے کافی ہے اور بہترین کارساز۔

صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہیں کہ امام قرطبی آیت کریمہ: "وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ". [والضحیٰ:۵] [اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے] کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ: رِضَاءُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ لَا یَدْخُلَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهِ النَّارَ".

یعنی آیت کریمہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اقدس کی جو رضا سمجھ میں آتی ہے، یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کوئی جہنم میں داخل نہ ہو۔ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ سُدّی نے بھی اس آیت کریمہ کی تفسیر یہی بیان کی ہے۔

امام طبرانی نے درج ذیل روایت ایسے رجال سے روایت کی ہے جو ثقات ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ارشاد فرمایا: "اِنَّ اللّٰہَ غَیْرُ مُعَذِّبِکِ وَ لَا اَحَداً مِنْ وَلَدِکِ".

یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے کسی فرزند کو عذاب نہ دے گا۔

ابو الفاس بن شران اپنے امالی میں حضرت عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَا یَدْخُلَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیَ النَّارَ فَاَعْطَانِیْ".

میں نے اپنے پروردگار سے یہ سوال عرض کیا کہ میرے اہل بیت میں

سے کوئی دوزخ میں نہ داخل ہو، مولیٰ تعالیٰ نے یہ عرض داشت قبول فرمائی۔

امام قرطبی آیت کریمہ: "اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ". [شوریٰ:۲۳] بے شک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔ کی تفسیر میں سُدی سے نقل کرتے ہیں: "غَفُوْرٌ لِآلِ مُحَمَّدٍ شَکُوْرٌ لِحَسَنَاتِهِمْ". اللہ تعالیٰ آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے غفور اور ان کی نیکیوں کو قبول فرمانے والا ہے۔

یہاں تک صواعق محرقہ کے متعدد منتخب اقتباسات نقل ہوئے۔

آیت تطہیر کی تشریح میں صواعق محرقہ کے مصنف فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ رِجس سے مراد یا تو گناہ ہے یا جس چیز پر ایمان لانا واجب ہے، اس میں شک کرنا ہے۔ لفظ "انما" حصر کا افادہ کرتا ہے یعنی حق تعالیٰ حضرات اہل بیت سے رِجس کو دور کرنے اور مذموم احوال، برے اخلاق کو ان سے دور کرنے کا ہی ارادہ فرماتا ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اہل بیت پر جہنم کی آگ حرام ہے اور تطہیر کا یہی فائدہ اور غرض و غایت ہے۔ آیت کریمہ کو لفظ تطہیر کے ساتھ ختم کرنے کی واضح توجیہ یہ ہے کہ حضرات اہل بیت، طہارت کے سب سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ لفظ تطہیر میں تنوین، تعظیم اور کثرت ظاہر کرنے کے لئے وارد ہے جس سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ وہ تطہیر، عام تطہیر نہیں [بلکہ خاص تطہیر مراد ہے]

ملک العلما قاضی شہاب الدین [دولت آبادی] نے سادات کرام کے فضائل ومناقب میں ایک مستقل باب اس سلسلے میں رکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی اولاد کفر پر نہیں مرے گی اور حضرات سادات کا ایمان، عشرۂ مبشرہ کے ایمان کی مانند ہے ﴿۲﴾ اسی باب میں فرماتے ہیں:

"حکم یہ ہے کہ حالت نزع میں سادات کرام سے ایمان زائل نہیں ہوتا۔ ایسا ہی کتاب التمہید میں مذکور ہے۔

امام فخر الدین ہانسوی ''دستور الحقائق'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''حضرات انبیائے کرام، عشرۂ مبشرہ، حضور کے اہل بیت، ازواج مطہرات، حضرات اہل بدر وصلح حدیبیہ اوران جیسے دوسرے حضرات کا ایمان حالت نزع میں بھی زائل نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود ہمارے حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی شہادت بھی دی ہے اور بشارت بھی۔''

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے ''فتوحات مکیہ'' کے انتیسویں ۲۹ رباب میں فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا". [الاحزاب:۳۳] اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔

یہاں رجس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو انہیں معیوب بنائے، کیونکہ رجس کا معنی [قذر] گندگی ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حق تعالیٰ نے آیت کریمہ: "لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ". [الفتح:۲] [تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلے اور پچھلوں کے] میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرات اہل بیت کو بھی شامل رکھا ہے۔ گناہوں سے بڑھ کر کون سی گندگی اور ناپاکی ہوگی؟ پس اللہ تعالیٰ ہماری نسبت سے بالفرض جو گناہ سرزد ہوں گے، اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے، ان سے پاک فرمائے گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے نہ صورتاً گناہ کا صدور ہوسکتا ہے، نہ معناً۔ اس آیت کریمہ کے مفہوم میں اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساری کی ساری شامل ہیں اور وہ لوگ بھی جو قیامت تک ان سے ملحق ہیں جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ﴿۳﴾ یہ لوگ حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تکریمانہ نسبت اور اپنے اوپر خصوصی عنایت ربانی کی وجہ سے پاک صاف اور مغفور ہیں۔ حضرات اہل بیت کا یہ شرف جہانِ آخرت میں نمایاں ہوگا کہ ان کا حشر اس حال میں ہوگا کہ یہ بخشے بخشائے ہوں گے۔ ﴿۴﴾ ہاں! دنیا میں اگر ان سے کوئی ایسی بات سرزد ہوئی جو شریعت کی رو سے قابل سزا ہو تو مغفور ہونے کے باوجود شرعی حد ان پر قائم کی جائے گی جیسے حضرت ماعز اسلمی وغیرہ کا واقعہ تھا اور ان کی اس قابل سزا بات پر ان کی مذمت جائز نہیں۔

ہر صاحب ایمان مسلمان رحمت الٰہی کا مستحق ہے جو آیت تطہیر میں الٰہی فرمان کی تصدیق کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اولاد فاطمہ سے جو باتیں خلاف شرع صادر ہوں گی، رب تبارک وتعالیٰ معاف فرمائے گا، اور جو آیت تطہیر کی تصدیق کرے کہ رب تبارک وتعالیٰ ان سے رِجس کو دور فرما کر انہیں پاک فرمائے گا، اسے زیبا نہیں کہ وہ ان سے سرزد ہونے والی خلاف شرع باتوں پر ان کی مذمت کرے اور انہیں عار دلائے۔ ﴿۵﴾ یہ خصوصیت حضرات سادات کو ان کی خوش عملی کی وجہ سے نہیں بلکہ ان پر خاص عنایت ربانی کی وجہ سے ہے۔ ''ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ.'' [الجمعۃ:۴] یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اور جو ان کی مذمت کرے گا، وہ مذمت اسی پر لوٹے گی۔

اگر حضرات اہل بیت کسی پر ظلم کریں، وہ ظاہر شرع کے مطابق ظلم ہے لیکن حقیقت میں نہیں بلکہ ہم پر ان کا ظلم تقدیرات الٰہیہ کی طرح ہے ﴿۶﴾ جو بندے کے جان ومال میں انتشار واحراق وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور قضائے الٰہی اور اس کی تقدیرات پر مذمت کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ شان عبدیت یہ ہے کہ ان معاملات کا شان تسلیم ورضا کے ساتھ سامنا کرے۔ اگر کوئی اس درجۂ عبدیت سے تنزل کرے تو صبر اختیار کرے اور اگر اس درجۂ عبدیت سے بلند ہو تو

ان معاملات پر بھی شکر ادا کرے۔

رہ گیا شرعی حقوق کی ادائیگی کا معاملہ [تو وہ سادات پر بھی نافذ ہیں] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ایک یہودی سے قرض لیا۔ جب اس نے مطالبہ کیا تو حضور نے اس نے حقوق بطور احسن ادا فرمائے اور جب یہودی نے یاوہ گوئی [بکواس] کی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: "دَعُوْهُ، اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا"۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو کہ صاحب حق کو اپنی بات کہنے کا حق ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بالفرض میری بیٹی بھی چوری کرے تو بہر صورت میں اس کے ہاتھ کاٹوں گا، لیکن یہ مجھے اختیار حاصل ہے کہ میں جس سے چاہوں مواخذہ کروں اور جسے چاہوں بَری کر دوں اور عموماً مواخذے سے بَری کرنا افضل ہے تو حضرات اہل بیت کے بارے میں کیا حکم ہونا چاہئے؟ جب ہم حقوق سے دستبردار ہوں گے اور صاحب حق کو معاف کر دیں گے، اس کے بدلے میں ہمیں عظیم نعمت اور اللہ ورسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا انتہائی قرب حاصل ہوگا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اللہ کے حکم سے ہم سے کچھ طلب نہ فرمایا سوائے قرابت داروں کی محبت کے، اور جو شخص قدرت رکھتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کا مطالبہ قبول نہ کرے، وہ کل قیامت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے کس منہ سے ملاقات کرے گا اور کیسے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی شفاعت کی امید رکھے گا جب اس نے حضور کی دی ہوئی ذمہ داری یعنی قرابت داروں کی محبت پوری نہ کی۔ جب عام قرابت داروں کے بارے میں یہ مطالبۂ محبت ہے تو حضرات اہل بیت تو

بہت خاص قرابت دار ہیں"۔ یہاں تک فتوحات مکیہ کے انتیسویں باب کی عبارت مکمل ہوئی۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ دوسری جگہ مزید فرماتے ہیں:

"جو حدود وتعزیرات شرعیہ، حضرات اہل بیت سے متعلق ہوتی ہیں، ان کے نفاذ میں ہمارا ہاتھ، دست الٰہی کا نائب ہوتا ہے اور ان امور میں ہمارا معاملہ ایک غلام کی طرح ہوتا ہے جو وہ اپنے آقا زادے کے ساتھ کرتا ہے۔

ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "مناقب السادات" میں حضرت امام فخر الدین رازی قدس سرہٗ کی عربی تفسیر سے نقل کرتے ہیں کہ گناہوں پر اصرار اور فسق کے بار بار ارتکاب کرنے سے حضرات سادات کا علوی شرف زائل نہیں ہوتا ہے، کیونکہ یہ اعلیٰ رُتبی کا شرف ہمارے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے شرف وبزرگی کی وجہ سے ہے۔ ہاں شرف غیر علوی منہیات کے ارتکاب سے زائل ہو جاتا ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی صاحبان مصر پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ وہ حضرت یوسف کو نہ پہچان سکے لیکن حضرت یوسف نے انہیں پہچان لیا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ"۔ [یوسف: ۱۵] اور ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ضرور تو انہیں ان کا کام جتا دے گا ایسے وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بھائیوں کو ان کے معاملے سے آگاہ کیا اور فرمایا:

"هَلْ عَلِمْتُم مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنتُمْ

جَاهِلُون ". [یوسف:۸۹] کچھ خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا جب تم نادان تھے۔

مقصد یہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بذریعۂ وحی حکم فرمایا کہ اپنے بھائیوں کو ان کی حرکتیں بتاؤ۔ یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ، انہیں معمولی قیمت پر فروخت کر دینا، جھوٹ بولنا کہ حضرت یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، اپنے والد کے حکم کی نافرمانی کرنا، ان جیسے گناہوں کے بار بار ارتکاب کے باوجود انہیں کوئی دوسری سزا نہ دی۔ پس معلوم ہوا کہ ان کی سزا بس انہیں ان کی حرکتوں پر مطلع کرنا تھی۔

حضرت ابوعبداللہ جرجانی فرماتے ہیں کہ علوی اگر فسق کا عادی ہو جائے تو حاکم وقت کو چاہئے کہ علویوں میں سے ہی ایک قاضی مقرر کرے اور اس علوی قاضی کو چاہئے کہ وہ اس سزوار سزا علوی کو قید یا ضرب برداشت کرنے کا حکم فرمائے، کیونکہ یہ دونوں ایک قبیلے کے ہیں اور قاضی کو سوائے اسے مطلع کرنے کے دوسری تعزیر جائز نہیں اور اعلام یہ ہے کہ قاضی، علوی کو بتا دے کہ تو نے ایسی ایسی باتیں کی ہیں۔ ﴿۷﴾

امام رضاء الدین سنامی وجزانی "تیسیر" میں فرماتے ہیں کہ علوی کے لئے بیڑیاں پہنانے، قید کرنے اور ضرب لگانے کی تعزیر جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کا شرف اصلی ہے اور جو اوصاف بالذات ہوتے ہیں، وہ زائل نہیں ہوتے۔ جو بالعرض ہوتے ہیں، وہ زائل ہو جاتے ہیں۔

اشراف چاہے جتنا گناہ کریں، جب ارتکاب گناہ سے ان کا نسب منقطع نہیں ہوتا، ان کا شرف نسبی بھی زائل نہیں ہوگا۔ ﴿۸﴾ ائمۂ کرام کا یہی موقف ہے۔" یہاں تک ملک العلما کی کتاب "مناقب السادات" کے اقتباس کا خلاصہ

بیان ہوا۔ بعض محققین فرماتے ہیں:

"یہ زیبا ہے کہ حضرات اہل بیت کی تنقید سے بچا جائے۔ اگر ان میں کوئی کسی بدعت کی وجہ سے فاسق اعتقادی ہو [تو اس کی رعایت نہ کی جائے] اور اگر کوئی فاسق عملی ہو تو اس کے افعال سے چشم پوشی کی جائے، کیونکہ اس کے اعمال فاسقانہ ہیں، اس کی ذات نہیں۔ اس کی ذات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے وجود مبارک کا حصہ ہے، اگرچہ واسطے درمیان میں ہیں اور یہ فاصلے اسے فرزندی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے خارج نہیں کرتے ہیں بلکہ فرزند تو ہر حال میں وہی فرزند ہے، اگرچہ عاق ہو یا فاسق و فاجر۔ آیت کریمہ: "وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا". [الکہف:۸۲] اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، کے ذیل میں بیان کرتے ہیں کہ دونوں یتیموں اور ان کے صالح باپ کے درمیان سات یا نو واسطے تھے۔ اسی تناظر میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد مبارک ہے:

"اِحْفَظُوْا فِيْنَا مَا حَفِظَ اللّٰهُ الْعَبْدَ الصَّالِحَ فِي الْيَتِيْمَيْنِ".

ہمارے حقوق فرزندی کا ویسے ہی خیال رکھو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان یتیموں کے حق میں اپنے نیک بندے [ان کے باپ] کے حقوق کا خیال رکھا۔

ایک عزیز نے نظم میں یہ بات پیش کی ہے ؎

۱- سادات نور دیدۂ اعیان عالم اند — از حرمت محمد و از عترت نبی
۲- فردا طعام معدۂ دوزخ شود کسے — کامروز از محبت شاں نیست ممتلی
۳- گر زیشتے از یشاں صادر شود رواست — نتواں شکست حرمت ایشاں ز جاہلی
۴- از بہر آں کہ سید کونین گفتہ است — الصالحون للہ والطالحون لی

۱- حضور نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی

بارگاہ الٰہی میں حرمت وتکریم اور ان کی آل ہونے کے سبب حضرات سادات سارے جہان کی آنکھوں کا نور ہیں۔

۲۔ آج جس کا دل سادات کی محبت سے سرشار نہیں ہے، وہ کل جہنم کا ایندھن بنے گا۔

۳۔ ہوسکتا ہے کہ سادات سے کوئی ناکردنی سرزد ہو، لیکن اس نادانی کے سبب ان کی حرمت وتکریم ختم نہیں ہوتی۔

۴۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: صالحین اللہ کے ذمۂ کرم پر ہیں اور گناہ گار میرے سپرد۔

شیخ ابن حجر مکی ہیثمی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب ''الصواعق المحرقہ'' میں چند ایسی احادیث مبارکہ درج کی ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے نسب کے مفید ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں:

''یہ احادیث مبارکہ، ان احادیث کریمہ کے منافی نہیں ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اپنے اہل بیت کو خدا ترسی اور تقویٰ کی ترغیب دلائی ہے۔ حضرت شیخ ابن حجر ان میں سے چند احادیث نقل کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک طویل حدیث کا یہ حصہ بھی درج ہے:

''اَنْتَ یَا فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ [صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ] یَا صَفِیَّۃُ بِنْتُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، یَا بَنِی عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا اَمْلِکُ لَکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئاً غَیْرَ اَنَّ لَکُمْ رِحْماً سَأَبُلُّھَا بِبِلَالِھَا''.

اے فاطمہ! اے صفیہ! اے بنی عبد المطلب! میں دربار الٰہی سے تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، سوائے اس کے کہ تمہیں میرے ساتھ قرابت داری حاصل ہے جس کا حق میں ادا کروں گا۔

ایک دوسری حدیث پاک کا یہ حصہ بھی درج کتاب ہے:

''لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئاً''. حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم بنو ہاشم سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں خدا کے مقابلے میں تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔

ان دونوں قسم کی احادیث کے درمیان منافات نہ ہونے کی وجہ طبری وغیرہ دوسرے علمانے یہ بیان فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کسی چیز کے خود بخود مالک نہیں ہیں کہ بے حکم الٰہی کوئی نفع یا ضرر پہنچا سکیں۔ ہاں خدائے تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو شفاعت عامہ اور خاصہ کے ذریعہ اپنے اقارب بلکہ ساری امت کو فائدہ پہنچانے کا مالک بنایا ہے۔ پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم صرف ان چیزوں کے مالک ہیں جن کا مالک ان کے مولیٰ تعالیٰ نے انہیں بنایا ہے۔ اسی لئے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے آگے ارشاد فرمایا: ''غَیْرَ اَنَّ لَکُمْ رِحْماً سَأَبُلُّھَا بِبِلَالِھَا''.

اسی طریقے سے ''لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئاً'' میں اللہ کے مقابلے تمہیں کچھ کام نہ آؤں گا۔ کا مطلب یہ ہے کہ بے اذن الٰہی خود اپنے آپ سے تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا بغیر اس شفاعت اور مغفرت کے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے مجھے عطا فرمایا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے احادیث مبارکہ میں خوف خدا دلانے کے لئے اپنے اقارب کو مخاطب فرمایا ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنے اور عمل خیر کی ترغیب دلانے کا موقع ہے، اور یہ باقی امت سے تقویٰ اور خدا ترسی کی راہ اختیار کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس کا دوسرا پہلو یہ

ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے خود اسی حدیث مبارک میں اشارہ فرمایا کہ میں صلہ رحمی کا حق ادا کروں گا اور میری نسبت تم کو فائدہ دے گی تا کہ ان اقارب کو یک گونہ اطمینان حاصل ہو۔

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ خوف دلانے اور اپنی نسبت کے مفید نہ ہونے کی یہ احادیث پہلے کی ہیں، جب بذریعۂ وحی خفی اپنی نسبت کے مفید ہونے کی اطلاع آپ کو نہ ہوئی تھی اور یہ اطلاع بھی نہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی شفاعت سے آپ کی امت کا ایک گروہ بے حساب جنت میں داخل ہوگا، دوسرے طبقات کے مراتب و درجات بلند ہوں گے اور آپ کی امت کا ایک طبقہ آپ کی شفاعت کی بدولت جہنم سے نکالا جائے گا"۔

مذکورہ بالا حدیث کے تعلق سے حضرت شیخ ابن حجر ہیثمی کا کلام یہاں مکمل ہوگیا۔

"اَبَلُّهَا" صیغۂ متکلم ہے، بِلال [زیر کے ساتھ]، بَلَل [دونوں اول حروف کے زبر کے ساتھ] کا معنی تری ہے، اہل عرب جس کا اطلاق بطور استعارہ وصال کے معنی میں کرتے ہیں اور لفظ "یُبس" کا اطلاق انقطاع پر کرتے ہیں جس کا معنی خشکی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تری کی وجہ سے بعض چیزیں باہم جڑی رہتی ہیں اور خشکی کی وجہ سے علیحدہ ہوجاتی ہیں۔ ابن اثیر کی کتاب "نہایہ" میں ایسا ہی مذکور ہے

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ: "مَنْ يَّاتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ". [الاحزاب: ۳۰] [اے نبی کی بی بیو] جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جراءت کرے، اس پر اوروں سے دونا عذاب ہوگا۔

یہ تعلیق حکم ایسے فعل سے متعلق ہے جس سے حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن بَری ہیں اور اس وعید مطلق سے اس کا نفاذ لازم نہیں آتا خاص طور

سے اس وقت جبکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔

یہ ہیں وہ تفصیلات جو حضرات سادات عالی درجات [اللہ تعالیٰ انہیں خیر کی توفیق بخشے] کے تعلق سے حسن خاتمہ کی بشارت پر مشتمل ہیں اور راقم الحروف کی نظر میں آئے۔

لیکن ارباب عقل و دانش پر یہ بات بھی روشن ہے کہ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی قرابت و شفاعت، اہل بیت کے گنہگاروں کے لئے ثابت ہے، اس کے باوجود اس میں شبہ نہیں کہ سادات سے گناہوں اور منہیات کا صدور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی مرضی کے خلاف ہے۔ جب سادات ناپسندیدہ حرکات کے ارتکاب میں مبتلا ہوں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے خاطر اقدس پر یہ بات کس قدر گراں گذرے گی کہ میری اولاد، میرے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف چل رہی ہے اور خود کو اس نے میری امت کی گمراہی اور گمراہ گردی کے لئے دستور العمل بنا رکھا ہے۔ سچائی یہ ہے کہ جو سادات اپنے جد بزرگوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے خلاف راہ چلتے ہیں اور دانستہ نافرمانی اور سرکشی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، وہ دربار رب العزت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی خجالت کا سامان کرتے ہیں۔ معاذ اللہ رب العالمین اور پھر کل قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے شفاعت کی امید رکھتے ہیں؟ یہ فکر عالم انصاف سے بہ مراحل دور ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

فرزند نبی کہ نیست بر راہِ نبی چوں آیۂ منسوخ کلام اللہ است

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی جو اولاد حضور کے راستے پر نہیں چلتی، اس کی مثال کلام الٰہی کی منسوخ آیت کریمہ کی طرح ہے [کہ

لا حاصل اور نا قابل عمل ہے]

ہم نے مانا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم، خاطر اقدس کی رنجیدگی کے باوجود صلہ رحمی کی رعایت کرتے ہوئے شفاعت فرمائیں گے لیکن اپنے بھائیوں اور ہم عصروں کے درمیان کون سی عزت افزائی ہوگی، کیونکہ حضرات اہل بیت کے صالح طبقے کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی بالکل منفرد نگاہ عنایت والتفات ہوگی اور ان کی جانب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اولین خصوصی توجہ ہوگی اور دوسروں کی جانب ثانوی توجہ ہوگی۔ صالحین اہل بیت کی جماعت، جنت میں خراماں خراماں تشریف لے جائے گی اور اہل بیت کا نافرمان گروہ شرم سے سر جھکائے ہوئے دروازے سے داخل ہوں گے۔ ارباب غیرت کے لئے ایسی جنت جو اس قدر رسوائی کے ساتھ حاصل ہو، دوزخ سے بدتر ہے۔ عرفی شیرازی کہتے ہیں۔

کسے کز لذت طاعت بود محروم من ضامن
کہ بگذارند در جنت ولے با داغ حرمانش

جو شخص طاعت اور فرماں برداری کی لذت سے محروم ہوگا، میں اس کی بھی نجات کا ذمہ لیتا ہوں کہ فرشتے اسے جنت میں رہنے دیں گے لیکن اس پر طاعت سے محرومی کا داغ مسلط رہے گا۔

پس سادات کو چاہئے کہ اپنی اصل کی طہارت اور مغفرت کی بشارت کے شکرانے میں اپنے جد امجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے طریقے کو اختیار کریں اور آیات احکام وماموارت پر عمل کریں، منہیات اور گناہوں سے بچیں، امت محمدیہ کی شریعت کے سیدھے راستے کی جانب رہنمائی کریں کہ "اَلْوَلَدُ الْحُرُّ یُقَیَّدُ بِآبَائِہِ الْغُرَّاءِ" [باغیرت اولاد، اپنے روشن چہرے والے آباء واجداد

سے مکمل طور سے جڑی رہتی ہے] پر عمل کرنے کے یہ زیادہ مستحق ہیں اور طریقہ نبوی کی پیروی اور شریعت محمدی کی پاسداری کے یہ اور سزاوار۔ انہیں صرف نسبی شرافت پر اعتماد کر کے بے راہ روی ہرگز نہیں اختیار کرنی چاہئے اور نہ گناہوں اور منہیات کے بے آب وگیاہ صحرا میں بھٹکتے رہنا چاہئے، کیونکہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ". [الحجرات:۱۳] بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

امام طبرانی روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اَھْلَ بَیْتِیْ ھٰؤُلَاءِ یَرَوْنَ اَنَّھُمْ اَوْلٰی النَّاسِ بِیْ وَ لَیْسَ کَذٰلِکَ. اِنْ اَوْلِیَائِیْ مِنْکُمْ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا مِنْ حَیْثُ کَانُوْا".

میرے اہل بیت خیال کرتے ہیں کہ یہ لوگوں میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یقیناً میرے اولیا اور احباب تم میں صرف وہ ہیں جو تقویٰ اور پرہیزگاری رکھتے ہیں، چاہے وہ کوئی ہوں اور کہیں کے ہوں۔

یہ روایت بھی مستند حوالوں سے پہنچی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نماز میں اس قدر قیام فرماتے کہ قدمان مبارک ورم کر جاتے۔ صحابہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے عرض کرتے کہ آپ اس قدر مشقت خیزی فرماتے ہیں، جبکہ رب تبارک وتعالیٰ نے آپ کے طفیل آپ کی امت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دئے ہیں [آپ تو معصوم ہیں] سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا". کیا میں اپنے رب کا شکر گذار بندہ نہ رہوں؟

ہمارے جد بزرگوار حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ اپنی کتاب

''سبع سنابل'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضرات عشرۂ مبشرہ کے لئے [بارگاہ خدا و رسول سے] اگر چہ خاتمہ بالخیر ہونے اور جنت میں داخل ہونے کا حکم قطعی تھا لیکن یہ حضرات بے فکر اور بے غم ہو کر نہیں بیٹھ گئے تھے۔ [شان عبدیت کے مطابق] انہوں نے الٰہی خوف وہیبت کا مقام ترک نہیں کیا تھا''۔

حضرت میر عبدالواحد بلگرمی قدس سرہٗ نے اس بحث کو مکمل شرح وبسط کے ساتھ تحریر فرمایا اور خوب داد تحقیق دی ہے۔ اسی ذیل میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ''حضرات سادات کرام کی مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرزندی کی نسبت مضبوط ہے، کیونکہ یہ حضرت مولائے کائنات کی صلبی اولاد ہیں اور سادات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے بھی فرزندی کی نسبت حاصل ہے لیکن یہ نسبت اتنی مضبوط نہیں، کیونکہ یہ بیٹی کی اولاد ہیں۔''

اور ظاہر ہے کہ جناب عالی سید میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ کی ان کلمات کی نگارش صرف اس وجہ سے ہے کہ سادات صرف نسبت پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طاعت وعبادت سے محروم نہ رہیں، ورنہ خود حضرت میر بھی خاندان نبوت سے ہیں۔ کون ہے جو خود اپنے مرتبے کی کمتری پر راضی ہوگا اور اپنے شکستہ حروف زمانے کے صفحات پر باقی رکھے گا۔ چنانچہ آں جناب اسی کتاب ''سبع سنابل'' میں رقم طراز ہیں:

''میرے مال واسباب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فدا اور میرے دل وجان ان کے مبارک قدموں پر نثار ہوں۔ کون ازلی بدبخت ہے جس کے دل میں مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت نہ ہو اور کون راندۂ بارگاہ الٰہی ہے جو اُن کی توہین گوارہ کرے گا۔ حاشا وکلا [اللہ کی پناہ] کہ اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی محبت میں کوتاہی کرے۔

۱- حب اولاد نبی، حب نبی است ہر کرا ایں حب نہ باشد اجنبی است

۲- سر بسر گر خاص وگر عام اند شاں مستحق حب واکرام اند شاں

۱- اولاد رسول کی محبت، خود رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے محبت رکھنا ہے۔

۲- سارے سادات کرام چاہے خاص ہوں یا عام، سبھی الفت واکرام کے مستحق ہیں۔

اس فقیر [حضرت میر عبدالواحد بلگرامی] نے جو خود بھی زمرۂ سادات سے ہے، اپنے عزیز واقارب سے جو بات بھی کہی ہے، وہ صرف اخلاص اور خیر خواہی پر مبنی ہے۔'' یہاں حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ کا کلام مکمل ہوا۔

ہاں فرزند صلبی کی قوت جس کی وجہ سے فرزندی رسول کو ضعیف گردانا، یہ کوئی خاص نسبت قوی نہیں رکھتی، کیونکہ یہ خصائص نبوت سے ہے کہ حضور کی صاحبزادی کی اولاد، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی ذات کریم سے منسوب ہوتی ہے۔

''عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ خَطَبَ اُمَّ کُلْثُوْمٍ مِنْ عَلِیٍّ فَاعْتَلَّ بِصِغْرِھَا وَ بِاَنَّہٗ آثَرَھَا لِابْنِ اَخِیْہِ جَعْفَرَ فَقَالَ لَہٗ: مَا اَرَدْتُ الْبَاہَ وَلٰکِنْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ''کُلُّ سَبَبٍ وَ نَسَبٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَا خَلَا سَبَبِیْ وَنَسَبِیْ وَکُلُّ نَبِیٍّ اِنْتَھٰی عَصَبَتُھُمْ لِاَبِیْھِمْ مَاخَلَا فَاطِمَۃَ فَاِنِّیْ اَنَا اَبُوْھُمْ وَ عَقَبَتُھُمْ''.

صحیح روایتوں میں حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پیغام نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا۔ انہوں

نے حضرت ام کلثوم کی صغرسنی کی وجہ سے معذرت پیش کردی اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے انہیں اپنے بھتیجے جعفر بن عقیل کے لئے منتخب کر رکھا ہے۔ تب حضرت عمر نے حضرت علی سے فرمایا:

''میرا مقصود صرف عقد کرنا نہیں ہے بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''کل قیامت کے دن ہر سبب اور نسب منقطع ہوجائے گا صرف میرا سبب اور نسب کا رشتہ باقی رہے گا۔ ہر نبی کے اہل خاندان ان کے باپوں کی کی طرف منسوب ہوتے ہیں سوائے فاطمہ کے کہ یقیناً میں فاطمہ کی اولاد کا باپ ہوں اور ان کا سرپرست۔''

صاحب صواعق محرقہ فرماتے ہیں جس کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس حدیث پاک اور اس جیسی دوسری حدیثوں میں خصائص رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم میں سے ہونے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو اولاد فاطمہ کا والد کہا جاسکتا ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اولاد کہا جاسکتا ہے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کو بارگاہ نبوت سے ابوت اور بنوت [پدری اور فرزندی] کی نسبت حاصل ہوگئی تو اس نسبت کا کفائت میں اعتبار ہوگا۔ پس ہاشمی غیر شریف، شریفہ کا کفو نہیں ہوسکتا اور حضرات علمائے کرام کا یہ قول کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب ایک دوسرے کے کفو ہیں، اس کا محل اطلاق دوسری صورتیں ہیں، مذکورہ بالا صورت نہیں۔

اگر کسی نے وصیت کی کہ میرے بعد میرا مال حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے فرزندوں کو دیدیں تو وصی کو چاہئے کہ صرف اولاد فاطمہ کو دے۔

اسی طرح اگر کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے فرزندوں پر جائداد وقف کی تو اس کے مصرف صرف اولاد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوں گی۔ یہ حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی دوسری صاحبزادیوں کی اولاد کے حق میں جاری نہیں ہوگا، مثلاً اگر کسی نے وصیت کی کہ میرا مال زید کے فرزندوں میں تقسیم کردیا جائے تو زید کی بیٹی کی اولاد کو اس مال میں سے کچھ نہ ملے گا۔

راقم الحروف [حضرت میر آزاد بلگرامی] عرض کرتا ہے:

اس مقام پر یہ شبہہ وارد ہوتا ہے کہ جب حدیث پاک سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ غیر شریف، شریف کا کفو نہیں ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیغام نکاح کو کیوں قبول کیا اور حضرت عمر نے وہ حدیث اپنے موقف کے استدلال میں بطور ثبوت کیوں پیش کی جو مقصود کے خلاف ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مفہوم بر بنائے ضرورت تھا، کیونکہ اس وقت شجرۂ سیادت کی نشو ونما کا آغاز تھا اور شریف جو کسی شریفہ کے ساتھ نسبت کفائت رکھتا ہو، ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ نکاح شرعاً جائز تھا لیکن یہ صورت حال عرصہ سے دیکھنے میں نہیں آئی۔ ﴿۹﴾

اس نسبت فرزندی کی قوت تاثیر کی دوسری دلیل آیت مباہلہ ہے جس میں اللہ رب العزت جل شانہٗ نے اولاد فاطمہ کو یاد فرمایا اور انہیں حجت کے ارکان میں شمار فرمایا۔ صواعق محرقہ کے مصنف یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی: آپ لوگ اپنے بارے میں یہ کیسے کہتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی ذریت ہیں؟ حالانکہ آپ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی اولاد ہیں

؟حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

"وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ." [الانعام:۸۴] اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو [راہ دکھائی]"

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچے تو فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد نہیں تھے، حالانکہ حق تعالیٰ نے انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت شمار فرمایا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت کریمہ بھی تلاوت فرمائی: "فَمَنْ حَاجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ." [آل عمران:۶۱] پھر اے محبوب! جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے۔"

پھر فرمایا کہ جب حق تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کو عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ کا حکم فرمایا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم نے صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو طلب فرمایا۔ تو ابنائے رسول یہی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ انتہیٰ

اس نسبت فرزندی کی قوت تاثیر کے لئے دوسری سند میں صواعق محرقہ کے مصنف نے یہ روایت صحیحہ ذکر کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے برسر منبر ارشاد فرمایا:

"مَابَالُ اَقْوَامٍ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ رِحْمَ رَسُوْلِ اللّٰهِ [صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ] لَا يَنْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، بَلٰى وَاللّٰهِ رِحْمِيْ مَوْصُوْلَةٌ

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ".

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کی خاندانی نسبت کل قیامت میں کام نہ آئے گی، کیوں نہیں، اللہ کی قسم میری خاندانی نسبت دنیا اور آخرت دونوں جگہ متصل اور کارآمد ہے۔

حضرت امام بیہقی قدس سرہٗ، حضرت امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آیت کریمہ: "فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ." [المومنون:۱۰۱] تو جب صور پھونکا جائے گا تو ان میں نہ رشتے رہیں گے، کے مطابق مرنے کے بعد ہر سبب اور نسب کے رشتے منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسب اور سبب کے۔ یہ دونوں رشتے قیامت کے دن سامنے آکر اپنے متعلقین کی شفاعت کریں گے۔

مجمع البحار میں فرماتے ہیں: "اَلنَّسَبُ بِالْوِلَادَةِ وَالسَّبَبُ بِالزَّوَاجِ".

نسب سے مراد ولادت کے رشتے ہیں اور سبب سے مراد نکاحی رشتے ہیں۔

اس نسبت فرزندی کی قوت تاثیر کی ایک اور سند یہ ہے کہ تفسیر معالم التنزیل اور دیگر تفاسیر میں تحریر ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے شہزادے حضرت طاہر دنیا سے رخصت ہوئے تو عاص بن وائل نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کو ابتر فرمایا۔ ابتر لغت عرب میں دُم بُریدہ کو کہتے ہیں اور عربوں کی عادت تھی کہ جس کی اولاد نہ ہوتی اسے ابتر کہتے یعنی اس کی نسل نہیں رہے گی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم

اس بات سے سخت غمگین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تسلی کے لئے سورۂ کوثر نازل فرمائی۔ فرمایا: " إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ". [اے محبوب! بے شک ہم تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں] ہم نے تجھے ڈھیر سارے فرزند عطا فرمائے۔ اخیر میں فرمایا: "إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ". [بے شک جو تمہارا دشمن ہے، وہی ہر خیر سے محروم ہے] یقیناً آپ کا دشمن عاص بن وائل ابتر ہے، دُم بریدہ ہے جس کی ذریت اور نسل نہیں چلے گی۔

اس نسبت فرزندی کی قوت تاثیر کی ایک سند اور یہ ہے کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں:

"بعض فقہا ومحدثین فرماتے ہیں کہ خلفائے اربعہ کی فضیلت، سادات کرام کے علاوہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ ﴿۱۰﴾

اس نسبت فرزندی کی قوت تاثیر کی ایک اور سند یہ ہے کہ شیخ جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی قدس سرہٗ "خصائص کبریٰ" میں یہ روایت درج فرماتے ہیں:

"اَخْرَجَ اِبْنُ عَسَاكِرَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ: "لَا يَقُوْمَنَّ اَحَدٌ مِنْ مَجْلِسِهٖ اِلَّا لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ اَوْ ذُرِّيَّتِهِمَا."

حضرت ابن عساکر قدس سرہٗ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کوئی اپنی نشست گاہ سے [کسی کی تعظیم کے لئے] نہ اٹھے مگر حسن، حسین اور ان کی اولاد کے لئے۔ ﴿۱۱﴾

اور کیوں نہ ہو کہ یہ اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اپنی صاحبزادی کا اس قدر اعزاز و

اکرام فرمایا ہے۔

امام ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہ اقدس میں تشریف لاتیں، حضور سروقد کھڑے ہوجاتے، آگے بڑھ کر استقبال کرتے، ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی نشست گاہ پر بٹھاتے۔ چنانچہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی یہی عادت مبارکہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی تشریف آوری کے وقت آپ تعظیماً کھڑی ہو جاتیں، بڑھ کر استقبال کرتیں اور اپنی نشست گاہ پر بٹھاتیں۔

حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم حضرت خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ کسی اور کی تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوتے۔

لطف یہ ہے کہ صاحبزادی کا والد کے لئے قیام بجا ہے کہ ارشاد ربانی ہے: "وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ". [الاسراء:۲۴] اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا۔

لیکن باپ کا بیٹی کے لئے قیام، بڑھ کر استقبال کرنا اور اپنی نشست گاہ پر جگہ دینا، یہ کس قدر عالی رُتبی، اکرام اور قدر ومنزلت ہے بالخصوص جبکہ باپ خاتم المرسلین اور سید الاولین والآخرین ہو۔ اسی وجہ سے "شرعۃ الاسلام" میں تحریر فرماتے ہیں:

"چلنے اور اٹھنے بیٹھنے میں اولاد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو پیش پیش رکھے۔"

امام فخر الدین رازی کی کتاب التشریح میں مرقوم ہے:

"لایجوز لاجل العالم ان یجلس فوق العلوی الامی لانه اسائة فی الدین"۔ کسی جلیل الشان عالم کے لئے بھی یہ روا نہیں ہے کہ مجلسوں میں ناخواندہ علوی [سید] سے بالا نشست رکھے، کیونکہ یہ دینی معاملات میں کوتاہی ہے۔" ﴿۱۲﴾

اس نسبت فرزندی کی قوت تاثیر کی ایک اور سند یہ ہے کہ کسی دوسرے کی کنیز سے پیدا ہونے والا علوی فرزند آزاد ہوگا۔ یہ مسئلہ مستند اور متفق علیہ ہے۔

ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہٗ اپنی کتاب "مناقب السادات" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص عالم یا بادشاہ ہو اور کسی دوسرے کی کنیز سے اس کی اولاد ہو، وہ اولاد آزاد شمار نہ ہوگی، لیکن اگر کسی ناخواندہ علوی [سید] کی بھی اولاد کسی دوسرے کی کنیز سے ہو تو [آزاد ہوگی] اس کی حرمت اصلی ہوگی، وہ اپنی ماں کے تابع نہ ہوگی۔ یہ ہمارے رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے شرف نسبت کی بدولت ہے۔ ایسا ہی خزانہ جلالیہ میں مذکور ہے۔

"و فی جامع الفتاویٰ: ولد الامة من مولاه حر لانه مخلوق من مائه و کذا ولد العلوی من جاریة الغیر حر، لایدخل فی ملک مولاها ولا یجوز بیعه کرامة و شرفا لجده رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و آله وصحبه و بارک وسلم و لایشارک فی هٰذا الحکم احد من امته."

جامع الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ اپنے آقا کی پشت سے کسی کنیز کی اولاد آزاد ہوگی کیونکہ یہ اس کے آقا کے نطفے سے پیدا ہے، یونہی دوسرے کی باندی کے بطن سے کسی علوی [سید] کی پیدا ہونے والی اولاد بھی آزاد ہوگی، وہ اس کنیز کے آقا کی ملک میں داخل نہ ہوگی اور نہ اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی۔ یہ حکم اس سید کے جد کریم محمد

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی نسبت کے شرف واعزاز اور تکریم کی وجہ سے ہے۔ اس حکم میں حضور کی امت کا کوئی فرد شریک نہیں ہے۔

"و فی الفتاویٰ العتابیة: ولد العلوی من جاریة الغیر حر خاص لا یدخل فی ملک مولاها ولایجوز بیعه فرجح جانب الاب باعتبار جده محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و آله وصحبه و بارک وسلم."

فتاویٰ عتابیہ میں تحریر ہے کہ دوسرے کی باندی کے بطن سے کسی علوی [سید] کی پیدا ہونے والی اولاد خاص کر آزاد ہوگی، وہ اس کنیز کے آقا کی ملک میں داخل نہ ہوگی اور نہ اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی۔ اس میں باپ کی جہت کو اس لئے ترجیح دی گئی کہ اس کے جد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ہیں۔

اس نسبت فرزندی کی قوت تاثیر کی ایک اور سند یہ ہے کہ جلیل الشان شافعی عالم دین حضرت امام تاج الدین سبکی قدس سرہٗ "طبقات کبریٰ" میں بعض متاخرین سے نقل کرتے ہیں کہ یہ متاخرین دونوں داماد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم [حضرت عثمان غنی اور حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما] کو افضل بتاتے ہیں، کیونکہ دامادی کی وجہ سے انہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی جزئیت کا شرف حاصل ہے۔ ﴿۱۳﴾ سبحان اللہ! جب صہریت اور قرابت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی وجہ سے بعض علمائے اسلام شیخین پر دونوں داماد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی فضیلت کے قائل ہیں تو اس شخص کی فضیلت کس قدر عالی ہوگی جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی جزئیت عصبہ رکھتا ہو۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

۱۔ وَلَوْ کَانَ النِّسَاءُ کَمَثْلِ الْهِنْدِیْ لَفُضِّلَتِ النِّسَاءُ عَلَی الرِّجَالِ

۲۔ فَمَا التَّانِیْثُ لِاسْمِ الشَّمْسِ عَیْباً وَلَا التَّذْکِیْرُ فَخْرٌ لِلْهِلَالِ

"لایجوز لاجل العالم ان یجلس فوق العلوی الامی لانه اسائة فی الدین"۔ کسی جلیل الشان عالم کے لئے بھی یہ روا نہیں ہے کہ مجلسوں میں ناخواندہ علوی [سید] سے بالا نشست رکھے، کیونکہ یہ دینی معاملات میں کوتاہی ہے۔" ﴿۱۲﴾

اس نسبت فرزندی کی قوت تاثیر کی ایک اور سند یہ ہے کہ کسی دوسرے کی کنیز سے پیدا ہونے والا علوی فرزند آزاد ہوگا۔ یہ مسئلہ مستند اور متفق علیہ ہے۔

ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہٗ اپنی کتاب "مناقب السادات" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص عالم یا بادشاہ ہو اور کسی دوسرے کی کنیز سے اس کی اولاد ہو، وہ اولاد آزاد شمار نہ ہوگی، لیکن اگر کسی ناخواندہ علوی [سید] کی بھی اولاد کسی دوسرے کی کنیز سے ہو تو [آزاد ہوگی] اس کی حرمت اصلی ہوگی، وہ اپنی ماں کے تابع نہ ہوگی۔ یہ ہمارے رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے شرف نسبت کی بدولت ہے۔ ایسا ہی خزانہ جلالیہ میں مذکور ہے۔

"و فی جامع الفتاویٰ: ولد الامة من مولاه حر لانه مخلوق من مائه و کذا ولد العلوی من جاریة الغیر حر، لایدخل فی ملک مولاها ولا یجوز بیعه کرامة و شرفا لجده رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و آله وصحبه و بارک وسلم و لایشارک فی هٰذا الحکم احد من امته."

جامع الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ اپنے آقا کی پشت سے کسی کنیز کی اولاد آزاد ہوگی کیونکہ یہ اس کے آقا کے نطفے سے پیدا ہے، یونہی دوسرے کی باندی کے بطن سے کسی علوی [سید] کی پیدا ہونے والی اولاد بھی آزاد ہوگی، وہ اس کنیز کے آقا کی ملک میں داخل نہ ہوگی اور نہ اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی۔ یہ حکم اس سید کے جد کریم محمد

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی نسبت کے شرف واعزاز اور تکریم کی وجہ سے ہے۔ اس حکم میں حضور کی امت کا کوئی فرد شریک نہیں ہے۔

"و فی الفتاویٰ العتابیة: ولد العلوی من جاریة الغیر حر خاص لا یدخل فی ملک مولاها ولایجوز بیعه فرجح جانب الاب باعتبار جده محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و آله وصحبه و بارک وسلم."

فتاویٰ عتابیہ میں تحریر ہے کہ دوسرے کی باندی کے بطن سے کسی علوی [سید] کی پیدا ہونے والی اولاد خاص کر آزاد ہوگی، وہ اس کنیز کے آقا کی ملک میں داخل نہ ہوگی اور نہ اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی۔ اس میں باپ کی جہت کو اس لئے ترجیح دی گئی کہ اس کے جد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ہیں۔

اس نسبت فرزندی کی قوت تاثیر کی ایک اور سند یہ ہے کہ جلیل الشان شافعی عالم دین حضرت امام تاج الدین سبکی قدس سرہٗ "طبقات کبریٰ" میں بعض متاخرین سے نقل کرتے ہیں کہ یہ متاخرین دونوں داماد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم [حضرت عثمان غنی اور حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما] کو افضل بتاتے ہیں، کیونکہ دامادی کی وجہ سے انہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی جزئیت کا شرف حاصل ہے۔ ﴿۱۳﴾ سبحان اللہ! جب صہریت اور قرابت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی وجہ سے بعض علمائے اسلام شیخین پر دونوں داماد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی فضیلت کے قائل ہیں تو اس شخص کی فضیلت کس قدر عالی ہوگی جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی جزئیت عصبہ رکھتا ہو۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

۱- وَلَوْ کَانَ النِّسَاءُ کَمَثْلِ الْهِنْدِیْ لَفُضِّلَتِ النِّسَاءُ عَلَی الرِّجَالِ

۲- فَمَا التَّانِیْثُ لِاسْمِ الشَّمْسِ عَیْباً وَلَا التَّذْکِیْرُ فَخْرٌ لِلْهِلَالِ

۱۔ اگر عورتیں ہندی مثل کی طرح ہوتیں تو ضرور انہیں مردوں پر فضیلت حاصل ہوتی۔

۲۔ لفظ شمس کے لئے اس کی تانیث عیب نہیں اور لفظ ہلال کے لئے اس کا مذکر ہونا باعث فخر نہیں ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ اپنی کتاب ''خصائص الکبریٰ'' میں امام علم الدین عراقی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم، حضرات خلفائے راشدین سے بالاتفاق افضل ہیں اور حضرت امام مالک کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''لَا اُفَضِّلُ عَلٰی بِضْعَةِ النَّبِیِّ اَحَداً''. میں جگر گوشۂ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔

حضرت شیخ جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ ''نقایہ'' میں بھی بیان فرماتے ہیں کہ ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے افضل حضرت مریم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ نے ''درایہ شرح نقایہ'' میں مذکورہ بالا قول کی تشریح کرتے ہوئے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت پر مشتمل احادیث مبارکہ ذکر کی ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت مریم سے افضل ہیں خاص طور سے اس وقت جب ہم اصح روایت پر عمل کریں کہ حضرت مریم نبیہ نہیں تھیں، اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ امت محمدیہ، دوسری امتوں سے افضل ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ کا کلام یہاں مکمل ہوتا ہے۔

شیخ ابن حجر عسقلانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بالاجماع افضل ہیں، پھر حضرت خدیجہ، ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین افضل ہیں۔

شارح بخاری حضرت امام قسطلانی قدس سرہٗ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اس حدیث پاک کی تشریح میں: ''یا فاطمۃ!'' [رضی اللہ تعالیٰ عنہا] سرکار نے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا تھا، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے اس ارشاد میں ''خواتین جنت کی سردار حضرت فاطمہ ہیں'' حضرت فاطمہ کی بہنیں، والدہ ماجدہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی داخل ہیں۔ [لہٰذا ان سب پر حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت اس حدیث پاک سے ثابت ہوتی ہے]

حضرت ابو بکر بن داؤد قدس سرہٗ سے سوال ہوا کہ حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ میں کون افضل ہیں؟ حضرت ابو بکر نے جواب دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّیْ''. فاطمہ میرے وجود کا حصہ ہے، اس لئے میں جگر گوشۂ رسول کے برابر کسی کو نہیں کر سکتا۔ امام سہیلی نے حضرت ابو بکر بن داؤد کے اس قول کی تحسین فرمائی ہے اور اس قول کی صحت پر حضرت ابو لُبابہ کے اس واقعہ سے دلیل پیش کی ہے کہ حضرت ابو لُبابہ نے خود کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ لیا تھا اور یہ قسم کھالی تھی کہ جب تک مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نہیں کھولیں گے، میں یونہی بندھا پڑا رہوں گا۔ حضرت فاطمہ انہیں کھولنے کے لئے تشریف لائیں لیکن حضرت

ابولُبابہ نے اپنی قسم کے پیش نظر منع کر دیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فاطمہ میرے وجود ہی کا حصہ ہے''۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابولُبابہ کو کھول دیا اور حضرت ابولبابہ کی قسم نہیں ٹوٹی۔ یہ توضیح مستحسن ہے۔ حضرت امام قسطلانی کا کلام یہاں مکمل ہوا۔

نیز امام سہیلی نے اس موقف افضلیت پر اس حدیث پاک سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس نے فاطمہ کو گالی دی، وہ کافر ہو جائے گا۔

اسی طرح امام سہیلی اس حدیث فضیلت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا "فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى الطَّعَامِ". [خواتین پر حضرت عائشہ کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے سارے کھانوں پر ثرید کی] فرماتے ہیں کہ اس حدیث اور دوسری احادیث مبارکہ سے ثابت ہونے والی حضرت عائشہ کی افضلیت امہات المومنین کے درمیان خاص ہے، تاکہ احادیث کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لئے اس کے دائرۂ اطلاق میں حضرت فاطمہ داخل نہ ہوں

راقم الحروف [حضرت میر آزاد بلگرامی] عرض گذار ہے:

مذکورہ بالا قول سہیلی کی تائید میں ایک نکتہ ذہن میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت عائشہ کو ثرید سے تشبیہ دی۔ یہ تشبیہ اس بات کا مضبوط قرینہ ہے کہ یہاں نساء سے مراد حضور کی ازواج مطہرات ہیں اور یہاں جہت تشبیہ لذت اندوزی اور حظ اٹھانے کی کثرت ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی ازواج مطہرات کے درمیان حضرت عائشہ سب سے خوبصورت اور کامل خاتون تھیں، جیسے عربوں کے یہاں کھانوں میں ثرید سب سے زیادہ لذیذ کھانا ہے۔ فارسی زبان میں اسے ''اَشکنہ'' کہتے ہیں۔

اس فقیر کی اس توجیہ کی تائید حضرت ملا علی قاری کی اس تشریح سے ہوتی ہے جو انہوں نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمائی ہے کہ ''یہاں ثرید سے مثال صرف اس لئے دی گئی کہ ثرید عربوں کا سب سے بہترین کھانا ہے جو روٹی، گوشت اور شوربے سے بنایا جاتا ہے اور غذاؤں کے درمیان اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ یہ کھانا متعدد خوبیوں کا جامع ہے۔ اس میں غذائیت، لذت، قوت آفرینی بے مثل ہوتی ہے۔ اس کے کھانے میں سہولت زیادہ اور کلفت کم ہوتی ہے۔ حلق کے نیچے جلد اتر جاتا ہے اور جلد ہضم ہو جاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ثرید سے اس لئے تشبیہ دی کہ حضرت عائشہ کو حسن صورت، حسن سیرت، شیریں گفتاری، لہجے کی فصاحت، جودت طبع، رائے کی قوت، عقل کی تیزی، شوہر کی محبت اور وفاداری خاص طور سے مرحمت ہوئی تھی۔ اس لئے شوہرداری، گفتگو، انسیت کے حصول اور توجہ کی زیادہ مستحق تھیں۔'' انتہیٰ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے حضرت عائشہ صدیقہ کو حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتایا ہے، کیونکہ جنت میں حضرت عائشہ، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی رفاقت میں رہیں گی اور حضرت فاطمہ زہراء، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی معیت میں اور یہ بات کھلی سی ہے کہ پیغمبر کا مقام ومرتبہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل واعلیٰ ہے۔ لیکن دوسری احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں، تم، علی، حسن اور حسین ایک مکان میں ایک جگہ رہیں گے۔ انتہیٰ

دونوں مکان کے فرق کو تسلیم کرتے ہوئے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے ساتھ ایک مکان میں رہنا، حضرت عائشہ کی افضلیت کی دلیل نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس جگہ شرکت کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسے تابع کی متبوع کے ساتھ شرکت ہوتی ہے کہ یہ دونوں [حضور اور حضرت عائشہ] گرچہ ایک مکان میں رہیں گے اور ایک ہی خوان نعمت سے لطف اندوز ہوں گے۔ کیونکہ اصل اور تابع ہونے میں بہت فرق ہے، جیسے سلطانی محل کے خدام وزیروں اور شاہزادوں کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے، کیونکہ یہ وزرا اور شاہزادگان اصالۃً صاحب مرتبہ ہیں۔

بالفرض اگر دونوں حضرات کا ایک مکان میں ہونا دلیل افضلیت ہو بھی تو حضرت عائشہ اور ساری امہات مومنین کا ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کے بعد سارے انسانوں سے افضل ہونا لازم آئے گا اور اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔ نیز اس سے لازم آئے گا کہ جو کسی شخص سے افضل ہو تو اس کی بیوی بھی اس شخص سے افضل ہو۔ یہ توجیہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض مکتوبات سے بھی مستفاد ہوتی ہے۔

علامہ میر عبدالجلیل نامی بلگرامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

۱- وے کسے در ثنائے عائشہ گفت بہتر از بنت سید البشر است

۲- مصرعے در جواب او خواندم رشتہ دیگر، رگ جگر دیگر است

۱- جس نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدحت میں یہ کہا کہ وہ جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہتر ہیں۔

۲- اس کے جواب میں، میں نے صرف ایک مصرع پڑھا کہ رشتہ دوسری چیز ہے اور رگِ جگر دوسری چیز۔

یہ دراصل حسین ثنائی کے بیت کی تضمین ہے۔ ثنائی کہتے ہیں ؎

لذت سوختن ز شمع مپرس رشتہ دیگر، رگ جگر دگر است

جلنے کی لذت شمع سے مت پوچھو۔ رشتہ [دھاگا] دوسری چیز ہے اور جگر کی رگ چیز ے دیگر ہے۔ ﴿۱۵﴾

سادات کرام کو جو بھی فضائل ومکارم حاصل ہیں، وہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس عالی نسبت کے طفیل ہیں۔ قرآن وحدیث اس کے گواہ ہیں اور علمائے امت نے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور دلکش خدمات پیش کی ہیں۔ یہ مختصر اوراق، ان تفصیلات کی گنجائش نہیں رکھتے۔ اب میں اصل کلام کی جانب متوجہ ہوتا ہوں۔

اس تقدیر پر کہ یہاں ضعف نسبت [یعنی سادات کے لئے حضور کی فرزندی کی نسبت] تسلیم کرلیا جائے تو اس نسبت کا ضعف، نزول مراتب میں اس وقت اثر انداز ہوگا جبکہ دوسری جانب نسبت قوی موجود ہو، اور حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے فرزندی کی قوی نسبت یہاں ضرر رساں نہیں، بلکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان حدیث نبوی کی روشنی میں کچھ الگ ہی انداز سے اس جگہ جلوہ گر ہے۔

امام طبرانی حضرت جابر سے اور خطیب، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں:

"اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ ذُرِّیَّۃَ کُلِّ نَبِیٍّ فِی صُلْبِہٖ وَ جَعَلَ ذُرِّیَّتِیْ فِی صُلْبِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ." حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اس کے صلب میں رکھی اور میری ذریت علی بن ابی طالب کے صلب میں ودیعت فرمائی۔

یہ حدیث پاک جناب ولایت مآب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جناب نبوت سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے ساتھ اتحاد ذاتی پر دلالت کرتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

۱-اے شیر خدا، نفس نبی، زوج بتول بے مہر تو طاعت ملک نیست قبول

۲-شاہد ز نبی لحمک لحمی ایں بس کز نسل تو پیدا شدہ اولاد رسول

۱- اے شیر خدا، جان نبی اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر! آپ کی محبت کے بغیر تو فرشتوں کی طاع وبندگی بھی قابل قبول نہیں۔

۲- حدیث رسول "تمہارا وجود میرا وجود ہے" اس بات کی بہترین گواہ ہے کہ آپ کی نسل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی اولاد پیدا ہوئی۔

بہر کیف! جو نسبت فرزندی بھی فرض کریں چاہے قوی، چاہے ضعیف، اس نسبت عالیہ میں اولاد فاطمہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سادات کو اس نسبت خاص کی وجہ سے سارے خاندانوں سے ممتاز بنایا ہے اور ان کے تفاخر کا غلغلہ آسمانوں میں برپا کیا۔

امام ذہبی "تہذیب التہذیب" میں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون رشید حج کو گیا اور روضۂ نبوی پر حاضر ہوا اور عرض کی:

"اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ عَمِّ". آپ پر درود وسلام ہو اے میرے جد اعلیٰ [حضرت عباس] کے بھائی کے شاہزادے!

اس نے یہ فخریہ کہا اور بارگاہ رسالت سے اپنی قرابت کا اظہار کر کے اپنی شان افتخار ظاہر کی۔ اسی وقت حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روضۂ مقدسہ کے قریب حاضر ہوئے اور عرض کی:

"اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَتِ". آپ پر درود وسلام ہو اے

میرے والد محترم! یہ سن کر ہارون رشید کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور پھر گویا ہوا:

"اے ابوالحسن! [امام موسیٰ کاظم] یہ فخر آپ کو زیبا ہے۔

چونکہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا ابت فرمایا یعنی اے میرے والد محترم! جس سے آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم سے اپنی جزئیت کے رشتے کا اظہار فرمایا، اس لئے یہ سن کر ہارون رشید کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور انہوں نے کہا:

اے ابوالحسن! یہ فخر حق ہے اور اس فخر میں آپ کا کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔ ﴿۱۵﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ وَ عَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَ صَحْبِہِ الرَّاشِدِیْنَ الْمُرْشِدِیْنَ وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

ساحل

۲/رجب المرجب ۱۴۳۵ھ/۲/مئی ۲۰۱۴ء

بمقام شعبۂ مخطوطات، مولانا آزاد لائبریری، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ

بوقت: ۱۰-۳۰/بجے دن

.....

حواشی

﴿۱﴾ امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ نے اس مسئلے پر اپنے فتاویٰ میں خاص طور سے رسالہ مبارکہ "جزاء اللہ عدوہ بآباءہٖ ختم النبوۃ" میں تشفی بخش گفتگو فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو علم الٰہی میں واقعی سید ہوگا، اس سے صدور کفر نہیں ہوگا، یہی ظن غالب ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی فیضان نسبت کا یہی تقاضہ ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ حتماً قطعاً یقیناً صدور کفر ہو ہی

نہیں سکتا، اس کا سرے سے مطلق امکان ہی نہیں ہے۔ یہ حکم یعنی عدم امکان کفر صرف اُن حضرات اہل بیت کے بارے میں صادق ہے جن کو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی ردائے رحمت میں سمیٹ کر فرمایا: اللّٰھم ھٰؤلاء اہل بیتی۔ اے اللہ! میرے اہل بیت یہ ہیں یعنی حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ رقم طراز ہیں:

[چند احادیث مبارکہ جو خود مصنف علیہ الرحمہ نے بھی ذکر فرمائیں کہ آل فاطمہ پر جہنم کی آگ حرام ہے، ذکر کرنے بعد فرماتے ہیں] ''نار دو قسم کی ہے: ۱- نار تطہیر کہ مومن عاصی جس کا مستحق ہو، اور ۲- نار خلود کافر کے لئے ہے۔ اہل بیت کرام میں حضرت امیر المومنین مرتضیٰ وحضرت بتول زہراء وحضرت سید مجتبیٰ و حضرت شہید کربلا صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدہم وعلیہم وبارک وسلم تو بالقطع والیقین ہر قسم سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ ہیں اس پر تو اجماع قائم اور نصوص متواترہ حاکم۔ باقی نسل کریم تا قیامِ قیامت کے حق میں اگر بفضلہٖ تعالیٰ مطلق دخول سے محفوظی لیجئے اور یہی ظاہر لفظ سے متبادر اور اسی کی جانب کلمات اہل تحقیق ناظر، جب تو مراد بہت ظاہر، اور منع خلود مقصود جب بھی نفی کفر پر دلالت موجود۔

شرح المواہب للعلامۃ الزرقانی میں زیر حدیث مذکور:

''بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ نام ہے لیکن فاطمہ اور ان کے بیٹے تو اُن پر مطلقاً جہنم کی آگ ممنوع ہے لیکن ان کے ماسوا کے لئے جہنم کا خلود ممنوع ہے۔ آپ پر اور ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ لیکن جو ابونعیم اور خطیب نے روایت کی ہے کہ علی رضا بن موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا کہ ''فاطمہ نے اپنی حرم گاہ کو محفوظ رکھا'' تو انہوں نے جواب میں فرمایا یہ حسن اور حسین کے لئے خاص ہے اور وہ جو مؤرخین نے اُن سے یہ نقل کیا کہ اُنہوں نے

اپنے بھائی زید کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا جب اس نے مامون پر خروج کیا اور کہا کیا تجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان نے غرور میں مبتلا کیا کہ فاطمہ نے اپنی حرم گاہ کو محفوظ رکھا ہے۔ الحدیث، اس پر انہوں نے فرمایا یہ میرے اور تیرے لئے خاص نہیں بلکہ جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوا ہے اُن سب کے لئے ہے، تو یہ تواضع اور مناقب کثیرہ کے باوجود غرور نہ کرنے کے باب سے ہے جیسے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے جنت قطعی ہے، اس کے باوجود وہ خوف ومراقبہ میں مبتلا تھے''۔ [شرح الزرقانی علیٰ المواہب اللدنیہ، المقصد الثانی، الفصل الثانی، دار المعرفۃ، بیروت، ۳/۲۰۳] [فتاویٰ رضویہ جلد، ۱۵/۷۳۲-۷۳۳]

اس میں حق ناصح یہ ہے کہ نظر علماء ایسے مواقع میں دو وجہ پر منشعب ہو جاتی ہے اور دونوں کے لئے شرع میں اصل اصیل ہے، ''لِکُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا'' [البقرۃ: ۱۴۸] ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے۔

ایک حفظ عامہ وسدا کہ اتکال نہ کر بیٹھیں جس طرح سیدنا امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہوا اور علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی یہی توجیہ فرمائی یہ تخصیص کرتے ہیں اور اس کا حاصل خصوص جزم ہے، نہ جزم خصوص کہ معاذ اللہ بلا دلیل تخصیص عموم شرع لازم آئے۔ یہ نفیس تفرقہ محفوظ رکھنے کا ہے۔ جزم خصوص یہ ہے کہ دعویٰ کر دیا جائے کہ یہ حکم انہیں کے ساتھ خاص ہے، اُن کے ماوراء کے لئے ہرگز ثابت نہیں۔ اور خصوص جزم یہ کہ بالجزم والیقین اس کا حکم ماننا یہ انہیں کے ساتھ خاص ہے ان کے ماوراء کے لئے نہیں، جیسی اس قضیے کے موضوع ومحمول دونوں میں دو احتمال ہیں، سادات کرام یعنی وہ جو عند اللہ سادات کرام یا وہ جو بنام سیادت مشہور ہیں، عام ازیں کہ نفس الامر اور علم الٰہی میں کچھ ہو اور قطعی جنتی یعنی بلا سبقت عذاب جس میں دخول نار کی نفی ہو یا قطعی جنتی بعاقبت وانجام جس سے خلود

نار کی نفی ہو۔ اب یہ چار محمل ہیں اور فقیر کے دعویٰ سے ایک کو بھی مس نہیں۔ پہلے عرض کر چکا کہ غیر حسنین میں نفی دخول بطور رجانظر بظہور و تبادر ہے پھر قطعیت کہاں، بلکہ نفی خلود بھی مسئلہ ظنیہ ہے۔ اگر چہ بحمد اللہ تعالیٰ یہ ظن غالب اکثر رائے ملتحق بسر حد یقین ہے جسے فقہاء یقین ہی کے پلے میں رکھتے ہیں۔ مگر نہ یقین کلامی کہ مسئلہ عقائد قطعیہ سے قرار پائے اور اس میں ادنیٰ شک کو راہ دینے والا گمراہ و خارج از اہل سنت ٹھہر جائے۔ جزاء اللہ ص ۱۰۴ر میں امام ابن حجر کے الفاظ ملاحظہ فرمائے ہوں گے: "لاننی اکاد ان اجزم ان حقیقة الکفر لا تقع-الخ" [جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ، نوری کتب خانہ لاہور، ص ۱۲۲] اس لئے کہ بے شک میں اس بات پر جزم کرتا ہوں کہ صحیح النسب سید سے حقیقی کفر کا وقوع نہیں ہوتا-الخ

اور بالفرض نفی خلود بلکہ بفرض غلط نفی دخول ہی قطعی مان لی جائے تو کس کے لئے، ان کے لئے جو عند اللہ سادات کرام ہیں، نہ ہر اس شخص کے لئے جو سید کہلاتا ہو اگر چہ واقع میں نہ ہو اور اب کسی معین میں حصول وصف عنوانی پر قطع و یقین کی طرف راہ نہیں تو ثبوت وصف محمول کیونکر مقطوع بہ ہو جائے گا اور کسی معین کو اندیشۂ آخرت کیوں اُٹھ جائے گا کہ ہر ایک میں عدم علم نفس الامر کے سبب احتمال لگا ہوا ہے۔ جزاء اللہ ص ۱۰۵ر میں عبارت اسعاف ملاحظہ ہو کہ: "من این تحقق ذلک لقیام احتمال-الخ" [جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ، نوری کتب خانہ لاہور، ص ۱۲۴]۔ جب احتمال قائم ہے تو یہ کیسے متحقق ہوگا-الخ۔

اور اندیشۂ آخرت تو انہیں بھی نہ اُٹھ گیا جنہیں بتعین نام لے کر ارشاد ہو گیا کہ تم جنتی ہو، اعنی عشرۂ مبشرہ و نظرائہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ نہ انہیں اُٹھ گیا جن سے بالتحقیق فرمایا: "اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ" [کنز العمال، حدیث نمبر ۳۷۹۵۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴/۶۹]۔ جو چاہو عمل کرو بے شک میں نے

تمہیں بخش دیا ہے۔ اعنی اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم [فتاویٰ رضویہ، ۳۰/۷۵-۷۷]

اگر کہئے بعض کٹر نیچری بے شمار اشد غالی رافضی بہت سچے ملحد جھوٹے صوفی کچھ ہفت خاتم شش مثل والے وہابی غرض بکثرت کفار کہ صراحۃً منکرین ضروریات دین ہیں، سید کہلاتے ہیں، میر فلاں لکھے جاتے ہیں۔

اقول: کہلانے سے واقعیت تک ہزاروں منزل ہیں۔ نسب میں اگر چہ شہرت پر قناعت "وَالنَّاسُ اُمَنَاءُ عَلٰی اَنْسَابِهِمْ." "[لوگ اپنے نسبوں میں امین ہیں] مگر جب خلاف پر دلیل قائم ہو تو شہرت بے دلیل نامقبول و علیل اور خود اس کے کفر سے بڑھ کر نفی سیادت پر اور کیا دلیل درکار کافر نجس ہے۔ قال تعالیٰ: "اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ". [التوبۃ: ۲۸] [اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک مشرک نرے ناپاک ہیں] اور سادات کرام طیب و طاہر قال اللہ تعالیٰ: "وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا". [الاحزاب: ۳۳] [اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے] اور نجس و طاہر باہم متباین ہیں کہ ایک شئی پر معاً اُن کا صدق محال۔ جب علمائے کرام تصریح فرما چکے کہ سید صحیح النسب سے کفر واقع نہ ہوگا اور یہ شخص صراحۃً کافر تو اُس کا سید صحیح النسب نہ ہوگا ضرورتاً ظاہر۔ اب اگر اس نسب کریم سے انتساب پر کوئی سند معتمد نہ رکھتا ہو تو امر آسان ہے ہزاروں اپنی اغراض فاسدہ سے براہِ دعویٰ سید بن بیٹھے۔

غلہ تا ارزاں شود امسال سیدی شوم

امسال سید بنوں گا تا کہ خوراک میں آسانی ہو۔

رافضی صاحبوں کے یہاں تو یہ بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ آج ایک رذیل سا رذیل دوسرے شہر میں جا کر رفض اختیار کرے، کل میر صاحب کا تمغہ پائے تو

فلاں کافر سے کیا دور ہے کہ خود بن بیٹھا ہو یا اُس کے باپ دادا میں کسی نے ادعائے سیادت کیا اور جب سے یونہی مشہور چلا آتا ہو اور اگر بالفرض کوئی سند ہی ہو تو اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ اسی خاندان کا ہے جس کی نسبت یہ شہادت تامہ ہے۔ علامہ محمد بن علی صبان مصری اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ وفضائل اہل البیت الطاہرین میں فرماتے ہیں: "ومن این تحقق ذٰلک لقیام احتمال زوال بعض النساء و کذب بعض الاصول فی الانتساب". [اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ وفضائل اہل البیت الطاہرین، محمد بن علی صبان مصری]۔ یہ کیسے ثابت ہوا جبکہ بعض عورتوں کی غلط کاری اور نسب بنانے میں بعض مردوں کے جھوٹ کا احتمال ہے۔

ولید بلید خواہ کوئی پلید ختم نبوت کا ہر منکر عنید صراحۃً جاحد ہو یا تاویل کا مرید، مطلقاً نفی کرے یا تخصیص بعید، امیری، قاسمی، مشہدی مرید، رافضی غالی وہابی شدید، سب صریح کافر مرتد طرید علیہم لعنۃ العزیز الحمید [ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو] اور جو کافر ہو وہ قطعاً سید نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ" [ھود:۴۶] وہ تیرے گھر والوں میں نہیں، بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔

پھر یہی نہیں کہ یہاں صرف اطلاق لفظ سے ممانعت شرعی اور نسب سیادت کا انتفاع حکمی ہو۔ حاشا، بلکہ واقع میں کافر اس نسل طیب وطاہر سے تھا ہی نہیں اگرچہ سید بنتا اور لوگوں میں براہِ غلط سید کہلاتا ہو۔ ائمہ دین اولیائے کاملین علمائے عاملین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تصریح فرماتے ہیں کہ سادات کرام بحمد اللہ تعالیٰ خباثت کفر سے محفوظ ومصئون ہیں، جو واقعی سید ہیں اُن سے کبھی کفر واقع نہ ہوگا۔ یہ وجوہ ہے ورنہ حاشا اللہ ہزار ہزار حاشا اللہ نہ بطن پاک حضرت بتول زہرا میں معاذ اللہ کفر وکافری کی گنجائش، نہ جسم اطہر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی پارہ کتنے ہی بُعد پر عیاذاً

باللہ دخول نار کے لائق۔ الحمد للہ یہ دو دلیل جلیل واجب التعویل ہیں کہ کوئی عقیدہ یہ کفریہ رکھنے والا رافضی وہابی متصوف نیچری ہرگز سید صحیح النسب نہیں۔

دلیل اول: تین قیاس پر مشتمل ہے۔

۱- یہ شخص کافر ہے اور کافر نجس۔ نتیجہ: یہ شخص کافر ہے۔

۲- ہر سید صحیح النسب طاہر ہے اور کوئی طاہر نجس نہیں۔ نتیجہ: کوئی سید صحیح النسب نجس نہیں۔

۳- اب یہ دونوں نتیجے ضم کیجئے۔ یہ شخص نجس ہے اور کوئی سید صحیح النسب نجس نہیں۔ نتیجہ: یہ شخص سید صحیح النسب نہیں۔

قیاس اول کا صغریٰ مفروض اور کبریٰ منصوص اور دوئم کا صغریٰ منصوص اور کبریٰ بدیہی تو نتیجہ قطعی۔

دو دلیل دوم: قیاس مرکب یہ بھی تین قیاسوں کو متضمن۔

یہ شخص کافر ہے اور کافر مستحق نار۔ نتیجہ: یہ شخص مستحق نار ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا کوئی پارہ مستحق نار نہیں۔ نتیجہ: یہ شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا پارہ نہیں۔ اور سید صحیح النسب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا پارہ ہے۔ نتیجہ: یہ شخص سید صحیح النسب نہیں۔" [فتاویٰ رضویہ، ۱۵/ ۳۰-۷۳۸ ملخصاً]

﴿۲﴾ حضرات عشرۂ مبشرہ پوری امت میں اپنی اس خصوصیت [اسی دنیا میں جنت کی بشارت] کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ حضرات صحابہ میں بھی دوسرے ان کے ہم پلہ نہیں، چہ جائیکہ آج کے کوئی میر صاحب مسئلۂ ایمان میں ان سے ہمسری دعویٰ کریں۔ اگر اس مفروضے کو راہ دیدی جائے تو عشرۂ مبشرہ کی اصطلاح بے معنی ہو جائے گی۔ حضرات عشرۂ مبشرہ کے فضائل وکمالات کی تفصیل احادیث نبویہ میں

پڑھئے، خود ہی اس مفروضے کی تردید ہو جائے گی۔ اس مسئلے پر خود مصنف کے اجداد میں حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ نے اس قدر تحریر فرما دیا ہے کہ الگ سے اس پر اضافے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ حضرت میر صاحب ''سبع سنابل'' میں رقم طراز ہیں:

''ان روافض میں ایک گروہ وہ بھی ہے جو قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن اپنی خطا اور غلطی سے بالکل بے خبر۔ ہماری ان چند باتوں میں انہیں سے بحث ہے بطریق محبت وخلوص، نہ کہ از راہِ عداوت اور مخالفت۔ اس لئے کہ جس زمانہ میں میں یہ رسالہ سبع سنابل لکھ رہا تھا ہمارے وطن کے سادات ایک مسئلہ ظاہر کرتے تھے جو مذہب اسلام کے مخالف تھا اور ایک عقیدہ بیان کیا کرتے تھے جو عقائد علم کلام اور خاتمیت بالخیر سے خارج تھا۔ وہ کہتے تھے کہ جس طرح عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے لئے دخول جنت اور خاتمہ بالخیر کا قطعی حکم ہے، اسی طرح دنیا کے تمام سادات خاص و عام کے لئے دخول جنت اور خیریت خاتمہ کا قطعی حکم ہے اگر چہ وہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوں یا حرام میں مبتلا، تارکِ نماز ہوں یا روزوں سے بَری، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں لیکن وہ [یہ نہیں سمجھتے] کہ عشرۂ مبشرہ کے لئے اگر چہ دخول جنت اور خیریت خاتمہ کا قطعی حکم تھا مگر اس کے باوجود وہ بے خوف اور بے غم نہ تھے اور انہوں نے خوف وہیبت کے مقام کو نہ چھوڑا تھا جب کہ نام کے ان سادات نے مقامِ خوف وہیبت چھوڑ کر بے خوفی اور لاپرواہی کے پیروں پر کھڑے ہو کر شور وغل مچا رکھا ہے۔ اس لئے مجھے اس مسئلہ میں چند باتیں کہنے کی ضرورت پیش آئی۔ تاکہ اس کتاب کے قاری مجھے معذور رکھیں اور یہ نہ کہیں کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا کہ سادات کے لئے ایسی بات لکھ دی۔ حاشا وکلا کہ میں اولادِ رسول خدا سے محبت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہوں۔

ان میں اگر چہ خاص بھی ہیں اور عام بھی لیکن وہ سب محبت اور تعظیم کے مستحق تھے۔ یہ فقیر بھی سادات ہی سے ہے تو جو بات اپنے اور اپنوں سے کہے گا بجز اخلاص اور خیر خواہی کے کچھ نہ ہوگا [تو کہنا یہ ہے کہ] فرزندی کی جو [بظاہر] نسبت انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، اس نسبت کی شرافت کو درمیان میں آڑ بنا لیتے ہیں اور جو نسبت [ظاہراً] انہیں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اس کے شرف اور فضل پر پھول کر اس نسبت پر ایسا اتراتے ہیں کہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے لاپرواہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ سید اگر کبائر کا مرتکب اور شراب نوشی کا عادی ہو ہو یا بظاہر کافر بت پرست اور زُنّار باندھنے والا ہو یا عیسائیوں کی طرح تین خدا مانے یا دہریہ کی طرح صانعِ عالم کا انکار کرے۔ غرض جو کچھ ہو اس کے ایمان کو کفر اور شرک کی باتوں سے کچھ نقصان نہیں پہنچتا اور اس کے دین کو زنا چوری اور باقی گناہ کبیرہ سے کچھ ضرر نہیں ہوتا اور یہ سب کچھ علی مرتضیٰ کے ساتھ والی نسبت پر پھول کر کہتے ہیں اور رسول خدا علیہ وعلیٰ آلہ والصلوٰۃ والتحیۃ کے شرف اور فضل کو بہانہ بناتے اور وسیلہ تراشتے ہیں۔ کفر اور ایمان کو نہیں پہچانتے اور اللہ کے قہر سے نہیں ڈرتے۔ مختصر یہ کہ سادات کو علی مرتضیٰ کے ساتھ فرزندی کی نسبت ہے اور قوی، اس لئے کہ صلبی فرزند ہیں۔ نیز انہیں رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سے بھی فرزندی کی نسبت ہے مگر یہ ضعیف ہے کہ آپ کی صاحبزادی کے فرزند ہیں۔ اب یہ عقیدہ جو ظاہر کرتے ہیں یا تو فضلِ مرتضیٰ پر بھروسہ اس کی بنا ہے یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف پر آسرا اس کی بنیاد۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بیان کریں گے۔ اچھا تو اگر یہ عقیدہ علی مرتضیٰ کے فضل پر اعتماد کرتے ہوئے ہے اور شرفِ رسول خدا صرف بہانہ ہے تو یہ لوگ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کو تکلیف دیتے اور رنج پر رنج پہنچاتے ہیں۔

پس مفضلہ سادات کہ فضل علی مرتضیٰ پر اعتماد کر کے اپنے خاتمہ بالخیر ہونے کا قطعی حکم تھوپتے اور کچھ بھی ہوں مگر اپنے ایمان کو عشرۂ مبشرہ کے ایمانوں کے برابر جانتے ہیں تو یہ بھی علی مرتضیٰ کو رنج پہنچاتے ہیں اور پھر اس کو محبت اور تعظیم جانتے ہیں۔ صرف یہی وجہ تھی کہ مولیٰ علی نے وفات کے وقت اپنے تابوت کو ایک اونٹ پر بندھوا دیا تھا تا کہ اونٹ انہیں ایسی جگہ لے جائے جو کسی کو معلوم نہ ہو اور اپنی قبر شریف کو مدینہ منورہ میں رکھنا پسند نہ فرمایا۔ اس لئے کہ باطنی نور سے یہ جان لیا تھا کہ اگر میرا مزار مدینہ ہی میں رہا تو خدا معلوم یہ مفضلہ کیا شور وغل مچائیں اور کیا آفت بیان کریں۔

اسی بستان میں ہے کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا: "یَهلکُ فِیَّ اِثْنَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ و مُبْغِضٌ مُفْرِطٌ"۔ یعنی میرے بارے میں دو آدمی ہلاک ہوں گے۔ ایک تو محبت میں حد سے گزر جانے والا، دوسرا مجھ سے حد سے زیادہ بغض رکھنے والا۔ پس محبت اور حد سے گزرنے والا یہی رافضی ہے کہ مولیٰ علی کو شیخین پر فضیلت دیتا اور آپ کی تمام اولاد کے لئے کہ سادات ہیں، اُن کے کثیر فضل پر اعتماد کر کے خاتمہ بالخیر کا یقین اور اعتقاد رکھتا ہے اور آپ سے بلا وجہ بغض رکھنے والا وہ خارجی ہے کہ آپ کو رسولِ خدا کا خلیفہ ہی نہیں جانتا۔

سادات مفضلہ علی مرتضیٰ کے فضائل وکمالات پر اعتماد کر کے اپنے لئے خیریت خاتمہ کا جو قطعی حکم کرتے ہیں، اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عقیدوں میں مرتضیٰ علی کے کمالات حکمِ ازلی پر سبقت لے گئے ہیں، حالانکہ یہ خود محال ہے۔ لہٰذا خاتمہ بالخیر ہونے کا قطعی حکم لگانا بھی محال ثابت ہوا۔

اور اگر خاتمہ بالخیر کا حکم قطعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسہ لگاتے ہیں، اس لئے کہ خود کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے شمار کرتے

ہیں تو یہ بھی باطل ہے۔ اس لئے کہ حضور نے حضرت فاطمہ سے کہ آپ کی صلبی اور حقیقی صاحبزادی ہیں، ارشاد فرمایا: "لَا تَتَّکِیْ اِنِّی بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِعْمَلِیْ اِعْمَلِی اِعْمَلِی"۔ کہ فاطمہ اس پر بھروسہ مت کرنا کہ میں رسول اللہ کی صاحبزادی ہوں، عمل کرو، عمل کرتی رہو، عمل میں سرگرم رہو۔ پس یہ خطاب ان سادات پر کہ نہ صلبی فرزند ہیں اور نہ حقیقی، بدرجۂ اولیٰ وارد ہے۔ اور ہاں دیکھو تو یہ تو حضور سب سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس پر مت اِتراؤ کہ ہم رسول خدا کے فرزند ہیں۔ عمل کرو، عمل کرو، عمل کرو۔ منقول ہے کہ جس روز آیت: "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔" [الشعراء:۲۱۴] اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ] نازل ہوئی۔ یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل بیت کو بلایا اور ہر ایک کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور خوف دلایا۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اس پر بھروسہ مت کرنا کہ میں رسول اللہ کی صاحبزادی ہوں، اچھے عمل کرو، اچھے عمل کرو۔ اس کے بعد امیر المومنین حضرت امام حسن اور امام حسین سے فرمایا کہ اے محمد کے جگر کے ٹکڑو! اَلْجَنَّۃُ لِلْمُطِیْعِ وَاِنْ کَانَ عَبْداً حَبْشِیّاً وَالنَّارُ لِلْعَاصِی وَاِنْ کَانَ سَیِّداً قُرَیْشِیّاً. جنت فرمانبردار کے لئے ہے اگر چہ وہ غلام حبشی ہو اور دوزخ نافرمان کے لئے ہے اگر چہ وہ سید قریشی ہو۔ اس کے بعد ازواج مطہرات سے فرمایا کہ تمہارے لئے یہی آیت کافی ہے جو تمہارے حق میں نازل ہوئی ہے کہ "یَا نِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ۔ الآیۃ"۔ [الاحزاب:۳۰] اے نبی کی ازواج! تم میں سے جو کوئی ایک کھلا ہوا جرم کرے گا، اس پر دوگنا عذاب کیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ اس پر اہل بیت سے ایک شور وغل اُٹھا۔

اے برادر! اگر تمام انبیا اور رسول مل کر ایک ایسے بندہ کی شفاعت کریں

جس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں تو کچھ فائدہ نہ ہو۔ پھر سادات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبت آج انہیں خلافِ شرع امور سے باز نہیں رکھتی، کل انہیں ہلاکت اور عقوبت سے کیسے روک سکتی ہے اور وہ جو کہا جاتا ہے کہ سادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ہیں اور اُن پر فضل رسول اور شرف نبی کی وجہ سے دوزخ کی آگ حرام ہے تو اگر واقعی ان پر آتش دوزخ حرام ہے تو دنیا کی آگ جو اس آگ کا عکس ہے بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگی۔ آؤ امتحان کرلیں اگر تمہیں دنیا کی آگ نہ جلائے گی تو ہم یقین کرلیں گے کہ اُن کی بات تحقیق شدہ ہے، ورنہ یہ بات غلط اور خطا ہے۔ اس پر اعتماد بھی نہ کرنا چاہئے نہ کہ اعتقاد میں لائی جائے۔ بلکہ اگر دنیا کی آگ ان کے کسی حصۂ بدن کو نہ جلا سکے تب بھی شریعت محمدیہ ان کے خاتمہ بالخیر ہونے پر قطعی حکم نہیں لگائے گی۔

چنانچہ شہنشاہ بابر کے زمانۂ حکومت میں چند شخص پیر دستگیر مخدوم شیخ صفی قدس سرہٗ کی ملاقات کے لئے حاضر آئے اور سیادت کی صحت میں بات چھڑ گئی اور مغل اس بات پر اصرار کرنے لگے کہ ہندوستان میں کوئی سید نہیں اور ہر چند کہ مخدوم نے انہیں بہت سمجھایا اور معقول کیا مگر وہ نہ مانے اور بہت گفت وشنید کے بعد کہنے لگے کہ ہمارے ملک کے سادات ثابت النسب پرہیزگار دیندار اور زاہد وعبادت گزار ہیں اور ان کی سیادت کی صحت کی علامت یہ ہے کہ ان کے بال کو لوگ جلتی ہوئی آگ میں رکھتے ہیں اور وہ نہیں جلتے۔ مخدوم نے جواب دیا ہندوستان میں بھی ایسے ہی سید موجود ہیں۔ مغلوں کو بہت تعجب ہوا اور دل میں کہنے لگے کہ مخدوم شیخ نے شیخی سے یہ بات کہی ہے پھر کہنے لگے کہ اُن میں سے ایک کو بلائیے۔ آپ نے مؤلف کے چچا کو جن کا نام طاہر تھا اور جنہیں لوگ سید طاہا کہتے تھے، بلایا چونکہ آپ کا جسم مبارک طاہر تھا، لہٰذا آپ کا ایک مبارک بال لے کر دیر تک آگ میں رکھا

، ذرہ برابر بھی اسے آگ نہ لگی اور جب آگ سے نکالا اسی طرح ٹھنڈا تھا، اُسے گرمی نہ پہنچی تھی۔ تمام مغل پشیماں اور شرمندہ ہوئے۔ کبھی حضرت مخدوم کا مبارک پاؤں پکڑتے اور کبھی میرے چچا کے قدموں پر گرتے اور بہت عذر ومعذرت کرتے لیکن ایسے سید آج دنیا میں سُرخ گندھک کی طرح نایاب ہیں اور ایسے بیش قیمت لعل دنیا کی کان میں کہاں نظر آتے ہیں۔ بہر حال شرع محمدی ایسوں پر بھی بالخیر خاتمہ کا قطعی حکم نہیں لگاتی، نہ کہ وہ سادات جن کے بالوں اور بدن کے حصوں کو یہ آگ جلا دیتی ہے۔

میرے بھائی اگرچہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل وشرف کے کمالات اہل معرفت کے دلوں میں نہیں سما سکتے اور ان کے سچے دوستوں کے نہاں خانوں میں منزل نہیں بنا سکتے، اس کے باوجود اُن کے اِن نسب والوں میں اپنا کامل اثر نہیں دکھا سکتے خواہ وہ آباؤ اجداد ہوں یا اولاد در اولاد۔ چنانچہ ابو طالب میں اس نسب نے کوئی اثر نہیں کیا حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں بلیغ کوشش فرماتے رہے لیکن چونکہ خدائے قدوس جل وعلا نے اُن کے دل پر روز ازل ہی سے مہر لگا دی تھی، لہٰذا جواب دیا: ''اَخَرُتُ النَّارَ عَلَی العَارِ.'' میں عار پر نار کو ترجیح دیتا ہوں، جیسا کہ مشہور ہے۔ منقول ہے کہ جب ابو طالب کا انتقال ہوا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچائی کہ ''مَاتَ عَمُّکَ الضَّالُّ.'' حضور کے گمراہ چچا کا انتقال ہوگیا۔ بیت۔ کبھی ایسے گوہر پیدا کرنے والے گھرانہ میں ابو طالب جیسے کو [خالق بے نیاز] پتھر پھینکنے والا بنا دیتا ہے۔ ضیا نخشبی نے سلک السلوک میں لکھا کہ جب ابو طالب کا انتقال ہوا، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازے کے پیچھے پیچھے تشریف لے جا رہے تھے اور بار بار اس کی جانب نظر فرماتے اور اپنا دست مبارک اپنی چادر پر مارتے۔ صحابہ نے اُن

کے دفن کے بعد آپ سے سوال کیا کہ حضور کا جنازہ کی طرف اور چادر مبارک پر ہاتھ مارنے میں کیا راز تھا؟ ارشاد فرمایا: عذاب کے فرشتے پہنچ چکے تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں جنازہ پر سے اُٹھالے جائیں۔ میں اُنہیں ہر بار اپنی چادر مبارک کی قسم دیتا کہ تھوڑی دیر ٹھہرو۔

مخدوم جہانیاں قدس اللہ روحہ نے خزانۂ جلالی میں لکھا کہ نیکیوں اور بدیوں میں شرف مکان، شرف زمان اور شرف نفس کا بھی اعتبار ہے۔ مکان جیسے مکہ مکرمہ کہ اس میں ایک نیکی سو ہزار [ایک لاکھ] نیکیوں کا ثواب رکھتی ہے اور ایک بدی سو ہزار بدیوں کے برابر ہوتی ہے۔ اور شرف زمان جیسے ماہِ رجب اور روز جمعہ کہ ایسے زمانہ میں ایک نیکی ستر نیکیوں کی مورث ہے اور ایک بدی ستر بدیوں کے عذاب کی موجب۔ اور شرف نفس جیسے فاطمی سید اور علماء کہ اگر یہ ایک نیکی کریں تو دوسرے کے مقابلے میں دوگنا ثواب حاصل کریں اور ایک گناہ کریں تو دوسروں سے بڑھ کر عذاب میں مبتلا ہوں۔ یہیں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سید اگر عالم بھی ہو تو اس کو فرمانبرداری اور نافرمانی میں ثواب اور عذاب کا حصہ دوگنے سے بھی زیادہ ہے۔

اے برادر! تمام مسائل اعتقادیہ علم کلام سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ مسئلہ جو تو کہتا ہے کہ باوجود کفر اور شرک صادر ہونے کے سادات کے قطعی خیریت خاتمہ میں کوئی خلل اور رکاوٹ نہیں، یہ مسئلہ علم کلام کی کسی کتاب میں نظر نہ آیا۔ مخدوم جہانیاں قدس اللہ سرہٗ کہ ان کی سیادت اور فرزندی کا ثبوت روضۂ رسول سے ثابت اور مقرر ہے، ایک رات اپنے خاتمہ بالخیر ہونے کی دُعا کر رہے تھے۔ فرمان جاری ہوا کہ اگر شیخ اخی جمشید تمہارے ایمان کی سلامتی کی دعا کریں تو ہم قبول فرمائیں۔ لہٰذا مخدوم نے حضرت شیخ سے دعا کے لئے التجا کی جس کا قصہ مشہور ہے۔ تو اگر

سادات کے لئے خیریت خاتمہ یقینی ثابت ہوتا تو مخدوم جہانیاں کیوں اپنے ایمان کی سلامتی کی دعا اللہ کے دربار میں کرتے۔ کیا انہیں یہ مسئلہ معلوم نہ تھا؟ یوں ہی ایک سید صاحب مخدوم جہانیاں کی خدمت میں شب و روز رہتے تھے۔ ایک روز انہوں نے مخدوم شیخ جہانیاں سے کہا کہ آپ کے اصلاحِ کار کی خاطر ایک بات کہنا چاہتا ہوں لیکن پھر سید راجو قتال کے ڈر سے نہیں کہتا، اس لئے کہ وہ قتال ہیں مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔ اگر آپ میرے ایمان کی محافظت فرمائیں تو میں اپنی جان آپ کے کام کی مصلحت میں دے ڈالوں اور وہ بات کہہ دوں۔ مخدوم جہانیاں نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی حفاظت اچھی طرح کروں گا۔ جو بات کہنے کی ہے، کہو۔ اس وقت ان سید نے وہ بات کہہ ڈالی۔ جب میر سید راجو قتال کو معلوم ہوا کہ یہ مصلحت اور یہ رائے ان سید سے واقع ہوئی ہے تو آپ نے بددعا فرمائی، ان کا انتقال ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میرے بھائی کی پناہ، ایمان کی حفاظت کے لئے نہ لی ہوتی تو میں ایمان بھی سلب کر لیتا۔ یہ قصہ مشہور ہے تو اگر سید سے زوالِ ایمان ممکن نہیں ہے تو حضرت سید راجو قتال قدس اللہ روحہ نے کہاں سے فرمادیا کہ میں ان کا ایمان سلب کر لیتا اور مخدوم شیخ جہانیاں قدس اللہ سرہٗ نے یہ کیوں نہ فرمایا کہ تم سید ہو۔ تمہارے ایمان کا زوال محال ہے، میری حفاظت کی کیا ضرورت ہے۔

برادرم ایمان بہترین سرمایہ اور بڑا قیمتی متاع ہے اور جس کا دل اللہ تعالیٰ نے ایمان کی روشنی سے چمکا دیا، اسے یقین ہے کہ نسبتوں کی مشعل کی روشنی، گمراہی اور نافرمانی کی آندھی کے غبار میں ماند پڑ جاتی ہے اور سیادت کے چراغ کا نور، ضلالت اور بدعت کی ہوا میں نہیں ٹھہرتا اور اگر اس کو اسلام کے طاق اور ایمان کے آبگینہ میں محفوظ رکھیں اور سنت کا تیل اور فرمانبرداری کی بتی سے اس میں اضافہ کرتے رہیں تو "يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ". [النور: ۳۷] [اللہ راہ دیتا ہے

اپنے نور سے جسے چاہے] کی تجلیاں اس پر پڑیں اور وہ بجھتا ہوا چراغ، روشنی سے دمکنے لگے اور تمہارے ہاتھ نور علیٰ نور کی دولت آئے۔

وہ خدائے قدوس جو کافر کی صلب سے پیغمبر اور پیغمبر کی پشت سے کافر کو پیدا فرماتا ہے، اگر اس کی بخشش کافر زادوں کو بہشت میں پہنچا دے تو کس سے فیصلہ کرانے بیٹھے گا؟ اور اگر اس کا جلال اور غضب پیغمبر کی اولاد کو دوزخ کی جانب لے جائے تو تو کس سے جھگڑے گا؟ ٹھیک بات کو غلط بات سے مت بدلو اور اس "فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ". [البروج:۱۶] یعنی قادر مطلق کی حکومت اور حکمت سے لڑائی مول مت لو۔

فصل الخطاب میں یہ بھی ہے کہ اہل بیت کی جانب منسوب نہ ہوگا مگر پاکیزہ خصال۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جو اِن کی جانب منسوب ہو وہ اُن سے مشابہ بھی ہو۔ لہٰذا ان کی جانب اسی کی نسبت کی جاتی ہے جس کی طہارت اور برگزیدگی کا حکم موجود ہو۔ اسی میں ہے کہ اس بارے میں ایک روایت بھی مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ کے وہ کون قرابت دار ہیں جن کی تعظیم اور محبت ہم پر واجب ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ علی فاطمہ اور اُن کے بیٹے ہیں [رضی اللہ عنہم اجمعین] لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ چار ہی مزید تعظیم کے ساتھ مخصوص۔ تو آپ نے مزید تعظیم اور محبت کا حصہ اُنہی چار میں کیا، نہ کہ دنیا بھر کے تمام سادات کا۔ لہٰذا ایمان کا کمال طہارت کے کمال کی وجہ سے ہے، نہ کہ سیادت کی نسبت سے اور اگر سیادت میں طہارت نہ ہو تو نسبت منقطع ہو جاتی ہے اور وہ پیوند قابل اعتبار نہیں رہتا جیسا کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے سے نسبت پسری اور پدری ساقط ہوگئی اور خدائے قدوس نے ارشاد فرمادیا کہ: "اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ، اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ". [ھود:۴۶] وہ تمہاری اولاد سے نہیں،

بے شک اس کے لچھن بہت خراب ہیں۔

غرض ثابت ہوا کہ ازواج رسول کے علاوہ جو لوگ کہ اہل بیت میں داخل یا لاحق ہیں خواہ سادات ہوں یا غیر سادات، اُن کا حکم بلا کسی فرق کے وہی ہے جو ازواج مطہرات کا ہے۔ یعنی اطاعت وعبادت میں اُنہیں دوگنا ثواب ہے دوسرے کے مقابلے میں اور گناہوں اور بدکاریوں میں دوسرے کے مقابل دوگنا عذاب۔ یہی وہ بات ہے جس کو مخدوم جہانیاں قدس اللہ سرہٗ نے خزانۂ جلالی میں لکھا۔ چنانچہ اُن کا کلام اوپر گزر بھی گیا اور اس میں نہ ازواج کی توہین ہے نہ اُن کے درجوں میں تنقیص، بلکہ یہ سب کہ اُن کے بلند درجات اور عالی مقامات کا ثمرہ ہے۔

اے برادر! رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت اگرچہ نجاستوں اور گندگیوں سے بہت پاک وصاف تھے مگر اُن میں وہ غرور اور گھمنڈ نہ تھا۔ ایسے ہی عشرۂ مبشرہ کو اپنے خاتمہ بالخیر ہونے کا یقین تھا مگر وہ خیریت خاتمہ کا دعویٰ نہ کیا کرتے تھے بلکہ سب اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کے خوف اور ہیبت سے کانپتے اور تھرتھراتے رہتے اور خاتمہ بالخیر ہونے کی یہی علامت ہے۔ تو تجھے اپنی خیریت خاتمہ کا دعویٰ اور اپنی پاکیزگی وطہارت پر غرور اور گھمنڈ کہاں سے آیا کہ تو اِن حضرات سے بھی بڑھا جا رہا ہے؟ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر کل قیامت کے روز یہ فرمان ہو کہ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام اُمت کو بہشت میں بھیجیں گے اور ایک شخص کو دوزخ میں تو میرے خوف کی یہ حالت ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ شخص میں نہ ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ سے دریافت کیا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے منافقین کے ساتھ تو ذکر نہیں کیا؟ اسی طرح کبھی کبھی آپ کعب احبار رضی اللہ عنہ سے فرماتے: اے مسلمانوں کے سردار! مجھے

دوزخ سے ڈراؤ، اسی طرح تمام عشرۂ مبشرہ اور باقی تمام اصحاب اور اہل بیت اگر چہ خدائے قدوس کی صدق اور اخلاص سے عبادت کرتے اور طہارت و پاکیزگی میں منتہیٰ تک پہنچ چکے تھے مگر اُن کا خوف اور ہیبت اُس دن کی تہدید سے کہ "لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ" [الاحزاب:۸] صادقوں سے اُن کے صدق کا سوال کیا جائے گا، بہت زیادہ رہتا اور اس خوف سے کہ مخلصین ہمیشہ خطرۂ عظیم پر رہتے ہیں، ہمیشہ کانپتے رہتے اور تو کہ خیریت خاتمہ کا دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے گلا پھاڑتا پھرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کی معرفت ہی سے بے بہرہ ہے۔

اے برادر! تیری خیریت خاتمہ کو کسی نے نہ غصب کیا ہے، نہ اُس پر زبردستی کسی کا قبضہ ہے۔ لوگوں کے سامنے کیا دعویٰ کرتا ہے اور اُن سے کیا لڑتا ہے؟ تیرا دعویٰ اور تیری لڑائی شریعت کے اصول سے ہے۔ اس لئے کہ قرآن شریف اور حدیث کریم اور صحابہ کے اجماع نے ہر صاحب ایمان کے بالخیر خاتمہ کا حکم مبہم بیان فرمادیا ہے، خواہ سادات ہوں یا غیر سادات اور تو کہ یقین کے ساتھ خاتمہ بالخیر ہونے کا حکم کرتا ہے تو تو شرع شریف ہی سے لڑائی مول لیتا ہے اور جو چیز کہ شریعت میں ثابت نہیں ہے، اُسے کوئی مسلمان ہرگز قبول نہ کرے گا۔ اگر تیری عبرت کی آنکھ کھلی ہے تو پہلے انبیاء علیہم السلام کے حالات پر نظر ڈال لے کہ نوح علیہ السلام نے سیکڑوں برس تک اپنے بیٹے کے لئے کوشش کی اور اہتمام کلی کیا کہ کسی طرح وہ مسلمان ہو جائے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کے لئے [جسے وہ باپ کہتے تھے] بہتیری کوششیں کیں کہ وہ بُت پرستی سے باز رہے اور مسلمان ہو جائے مگر کچھ نہ ہوا، موسیٰ علیہ السلام کو کہ آپ پیغمبروں کے سردار ہیں، خاص کر فرعون کی جانب بھیجا گیا اور اُن کی دعوت کی تائید اور قوت پہنچانے

کے لئے نو معجزے بھی عطا فرمائے مگر فرعون پر کچھ اثر نہ ہوا اور فرعون ملعون پانچ سو سال تک خدائی کا دعویٰ کرتا رہا۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو طالب کے لئے کتنی کوششیں فرمائیں مگر مفید اور سودمند نہ ہوئیں۔ تو ایسی جگہ جہاں انبیائے کرام علیہ السلام کی کوششیں اور اُن کا اہتمام بارآور نہ ہوا، اُس جگہ فرزندی کی نسبت کیا کام آسکتی ہے؟

اے برادر! اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادوں میں سے ایک بھی زندہ رہتے اور اُن کے بیٹے اور پوتے پیدا ہوتے تو وہ رسول کے حقیقی فرزند ہوتے تو اُن حقیقی فرزندوں کے ہوتے ہم سادات کے گروہ کو کہ اُن کی صاحبزادی کی اولاد ہیں، کوئی بھی فرزند رسول نہ کہتا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن حقیقی فرزندوں کو بھی منع فرماتے کہ اپنی پیغمبرزادگی پر بھروسہ نہ کرنا، جیسا کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہی فرمائی۔ تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی اور صلبی فرزند نہ رہے، سادات کو کہ آپ کے صاحبزادی کی اولاد ہیں، اُن کے قائم مقام کرلیا گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزندوں میں شمار ہونے لگے۔ تو پیغمبرزادگی پر بھروسہ کرنے کی نہی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھی، اُن پر بھی وارد ہوئی۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مامور فرمائے گئے ہیں "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" [آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں] کے حکم پر۔

اب تو تجھے معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جتنی نسبت قریب ہوتی چلی جائے گی، عذاب الٰہی سے ڈرانا اور اُس کی تہدید اتنی ہی بڑھتی جائے گی۔ اس لئے کہ اہل بیت کے جرم اعمال کے ترازو میں عامی لوگوں کے کفر سے بڑھ کر ہیں اور اللہ پاک نے عوام کو اُن کے گناہوں پر مغفرت کی بشارت دی

ہے اور اہل بیت اور صدیقوں کی معصیت پر اپنی غیرت سے خوف دلایا ہے۔

بعض رافضی آیت "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ–الآیۃ" [الاحزاب:۳۳] کو پہلی آیت سے جدا مانتے ہیں۔ تفسیر ماتریدی میں ہے کہ بعض نے کہا کہ یہ آیت پہلی آیت سے مقطوع ہے۔، اس لئے کہ پہلی آیت ازواج کے بارے میں ہے اور یہ آپ کے اہل بیت کے حق میں اور یہ رافضیوں کا قول ہے لیکن علمائے اہل سنت و جماعت دونوں آیتوں کو باہم مربوط مانتے ہیں۔ اس لئے کہ ازواج مطہرات تو اصل اہل بیت ہیں اور باقی دوسروں میں سے بعض داخل اہل بیت ہیں، بعض لاحق اہل بیت، جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ پس اُن کی پلیدگی یہی ہے کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری سے جی چُرائیں اور کوتاہی ظاہر کریں کہ اُن کا یہ قصور عام لوگوں کے کفر اور شرک سے بڑھ کر ہے۔

اے گروہ سادات! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرزندی کے شرف پر گھمنڈ اور غرور مت کرو۔ کہ تمام نسبتیں دنیا میں جان پہچان کے لئے ہیں، آخرت کی بزرگی صرف تقویٰ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا. اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ". [الحجرات:۱۳] اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں کنبے اور قبیلے میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں سب سے زیادہ کرامت والا وہ ہے اللہ کے نزدیک جو تم سب میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ لہٰذا دینی عزت کا ثبوت تقویٰ سے ہے، نہ کہ سیادت سے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرزندی کے ظاہری پیوند سے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: "لَوْ کَانَ فِی بَلَدٍ وَلَدِیْ وَالنَّاسُ اَتْقٰی مِنْہُ فَلَیْسَ مِنِّیْ" اگر کسی شہر میں میرا کوئی فرزند ہے اور دوسرے لوگ اس سے زیادہ پرہیزگار ہیں تو وہ میرا نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ". [المائدۃ: ۲۷] اللہ تبارک وتعالیٰ پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے۔ تو قبول کا انحصار تقویٰ پر رکھا، نہ کہ نسبت اور سیادت پر۔ اور فرمایا: "وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی". [البقرۃ:۱۹۷] کہ لوگو توشہ بنالو اور تحقیق کہ بہترین زاد راہ تقویٰ ہے۔ یہاں بھی آخرت کا توشہ فرمایا، نہ سیادت اور نہ نسبت۔ اور فرمایا: "اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ" [الانفال:۳۴] اس کے دوست نہیں مگر متقین۔ تو بندہ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی تقویٰ پر منحصر ہے نہ کہ انساب پر۔ رسالہ مکیہ میں ہے کہ یہ نظم قرآنی اور اسی طرح سے اور عبارتیں حصر کا فائدہ دیتی ہیں۔ مسئلہ پر غور کرو اور دیکھو کہ ابلیس اور بلعام اور برصیما اپنے حالات زندگی میں ظاہری کمال اور کرامت رکھنے کے باوجود جب اُنہوں نے تقویٰ چھوڑ دیا اور خواہشات کی پیروی کرنے لگے تو وہ اپنے درجوں سے کیسے گرادئے گئے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اٰلِیْ کُلُّ مُؤْمِنٍ تَقِیٍّ" ہر متقی مسلمان میری آل ہے۔ یہ نہ فرمایا کہ میری آل میری اولاد ہے۔ پھر آل کا استعمال تین طرح ہوتا ہے، کبھی تو ذکر کیا جاتا ہے اور اُس سے ذات ہی مراد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: "وَبَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوْسٰی وَاٰلُ ھٰرُوْنَ". [البقرۃ:۲۴۸] بقایا اُن میں سے جسے آل موسیٰ اور آل ہارون نے چھوڑا۔ اور کبھی مذکور ہوتا ہے اور اس سے آدمی کے قرابت داروں کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ" کہا ایک مرد مسلمان نے آل فرعون سے، اور وہ حزبیل فرعون کے چچا ہیں۔ اور کبھی بولا جاتا ہے اور اُس سے ملت والے مراد ہوتے ہیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ "مَنْ اٰلُکَ؟ فَقَالَ اٰلِیْ کُلُّ مُؤْمِنٍ تَقِیٍّ" آپ کی آل کون ہے؟ ارشاد ہوا: میری آل ہر متقی

مسلمان ہے اور یہ رافضیوں پر حجت ہے۔ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ آل محمد صرف علی اور اُن کے فرزند ہیں۔

یہ بھی جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل دو قسم کی ہے۔ ایک نسبی جیسے حضرت جعفر اور عقیل بن ابی طالب کی اولاد اور عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد اور حارث بن عبد المطلب اور علی اور آپ کی اولاد کرم اللہ وجہہٗ الکریم و رضی اللہ عنہم۔ دوسرے سببی کہ ہر متقی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہے۔ تو آل نسبی میں آخرت کی نجات کے لئے تقویٰ اور طہارت شرط ہے اور خاتمہ کی خیریت اور حسن عاقبت ہی تقویٰ پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ" [الاعراف:۱۲۸] کہ عاقبت تو پرہیزگاروں ہی کی ہے۔ [سبع سنابل، ص ۷۹-۱۰۴ ملخصاً]

مزید تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب" [۱۲۹۸ھ] مشمولہ فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۲۹ میں عقیدۂ سادسہ ص ۳۶۳-۳۷۵ تک ملاحظہ کریں۔

حضرات عشرۂ مبشرہ میں سے صرف ایک بزرگ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے: "اگر ابو بکر کا ایمان میری تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابو بکر کا ایمان غالب آئے۔ [شعب الایمان، حدیث ۳۶، دار الکتب العلمیۃ، ۱/ ۶۹]

﴿۳﴾ حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ نے حضرات اہل بیت کی تین قسمیں ذکر فرمائی ہیں۔ وہ رقم طراز ہیں:

"یہیں سے یہ بھی جاننا چاہئے کہ اہل بیت کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم اصل اہل بیت۔ دوسری قسم داخل اہل بیت۔ تیسری قسم لاحق اہل بیت۔ اصل اہل بیت تیرہ نفر ہیں، ۹ ازواج مطہرات اور ۴ صاحبزادیاں۔ اور داخل اہل بیت تین

نفر ہیں، علی مرتضیٰ اور حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور لاحق اہل بیت وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ناپاکیوں اور گناہوں سے کلیتاً پاک کر دیا ہے اور اُن کو کمال تقویٰ اور پاکیزگی عنایت فرمائی ہے خواہ وہ سادات ہوں یا سادات کے علاوہ۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اگرچہ سید نہ تھے لیکن ناپاکی سے کمال طہارت کی وجہ سے اہل بیت سے لاحق تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلِ الْبَيْتِ" سلمان ہمارے اہل بیت سے ہے۔ خواجہ محمد پارسا قدس اللہ سرہٗ نے فصل الخطاب میں لکھا کہ اہل بیت کے متعلق علما نے اختلاف کیا ہے اور سب سے بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ اہل بیت ازواج مطہرات اور آپ کی صلبی اولاد ہیں اور حسن اور حسین انہی میں سے ہیں اور مولیٰ علی بھی اُن میں سے ہیں۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین حسن اور حسین اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو اُنہوں نے اہل بیت میں داخل مانا ہے اور اگر وہ اصل اہل بیت ہوتے تو یہ کیوں فرماتے کہ امیر المؤمنین حسن اور حسین اور علی مرتضیٰ اُن میں سے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اولاد رسول سے مراد صرف حضور کی چاروں صاحبزادیاں ہیں اور ازواج سے مراد حضور کی نو بیویاں ہیں۔ لہٰذا تمام اہل بیت کل سولہ ۱۶ نفر ہوئے۔ ۹ بیویاں، ۴ صاحبزادیاں اور امیر المؤمنین علی اور حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔" [سبع سنابل، ص ۹۳-۹۴]

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے سوال ہوا کہ صیغۂ درود "وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم" میں اصحاب پر آل کو مقدم کیوں کیا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: "آل، اصحاب کو بھی شامل ہے ولاعکس۔ یہ تخصیص بعد تعمیم ہے۔" [فتاویٰ رضویہ، ۲۹/ ۶۴۳]

﴿۴﴾ اللہ کے فضل و کرم سے کچھ بعید نہیں کہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کی آل کو بے حساب و کتاب جنت میں داخل فرمادے واللہ ذوالفضل العظیم، لیکن اگر اسے مطلق رکھا جائے تو زمرۂ انسان میں شامل ہونے کی وجہ سے حضرات سادات کے مکلّف شرعی ہونے کا نظام درہم برہم ہوجائے گا، کیونکہ پھر فرائض وواجبات کی ادائیگی کا لازمی ہونا چہ معنی دارد؟ اور منہیات کے ارتکاب سے باز رہنے کا حکم کیوں کر؟ آگے چل کر خود حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے سادات کے لئے بھی مدار نجات حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کو ٹھہرایا ہے۔ اس لئے بخشے بخشائے ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ یہ سرے سے مکلّف ہی نہیں، یہ جو چاہیں کریں، ان سے کسی عمل کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی، بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت کریمہ سے ان کی بخشش ہوجائے گی۔ ہاں اس باب شفاعت میں بھی انہیں قرابت مصطفوی کی وجہ سے ایک قسم کا اختصاص حاصل ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَهْلُ بَیْتِیْ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ مِنْ قُرَیْشٍ ثُمَّ الْاَنْصَارُ ثُمَّ مَنْ آمَنَ بِیْ وَاتَّبَعَنِیْ مِنَ الْیَمَنِ ثُمَّ مِنْ سَائِرِ الْعَرَبِ ثُمَّ الْاَعَاجِمُ، وَاَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَهٗ اُوْلُوا الْفَضْلِ." [المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۱/۵۰]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر قریش میں درجہ بدرجہ جو مجھ سے زیادہ قریب ہوگا، اس کی شفاعت کروں گا پھر انصار کی پھر اہل یمن میں سے ان کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی، پھر سارے عرب کے مسلمانوں کی پھر عجم کے مسلمانوں کی شفاعت کروں گا اور جن کی میں پہلے شفاعت کروں، وہ دوسروں سے افضل ہوں گے۔

ہمارے حضور ﷺ کی ساری امت مستجابہ کو یہی امید ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شفاعت انہیں نصیب ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ، کیونکہ حضور پر جب آیت کریمہ: "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی". [والضحیٰ: ۵] نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وَاِذاً لَا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ." [تفسیر الثعالبی ۴/۴۲۲]، میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ میرا ایک امتی بھی جہنم میں رہ جائے گا۔ تفصیل کے لئے حضرت میر عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ کی گذشتہ تصریحات ملاحظہ کیجئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"سادات کرام جو واقعی علم الٰہی میں سادات ہوں، اُن کے بارے میں رب عزوجل سے امید واثق یہی ہے کہ آخرت میں اُن کے کسی گناہ پر عذاب نہ دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے:

"ان کا فاطمہ نام اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی تمام ذریت کو نار پر حرام فرمادیا۔" [فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۶۳۸]

﴿۵﴾ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ "فتاویٰ رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ اُن اعمال کے سبب اُس سے تنفر نہ کیا جائے، نفس اعمال سے تنفر ہو بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حد کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اُس حالت میں بھی اُس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی۔ ہاں اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچے جیسے رافضی وہابی قادیانی نیچری وغیرہم تو اب اُس کی تعظیم حرام ہے کہ جو وجہ تعظیم تھی یعنی سیادت، وہی نہ رہی۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿۴﴾ اللہ کے فضل و کرم سے کچھ بعید نہیں کہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کی آل کو بے حساب و کتاب جنت میں داخل فرمادے واللہ ذوالفضل العظیم، لیکن اگر اسے مطلق رکھا جائے تو زمرۂ انسان میں شامل ہونے کی وجہ سے حضرات سادات کے مکلّف شرعی ہونے کا نظام درہم برہم ہوجائے گا، کیونکہ پھر فرائض وواجبات کی ادائیگی کا لازمی ہونا چہ معنی دارد؟ اور منہیات کے ارتکاب سے باز رہنے کا حکم کیوں کر؟ آگے چل کر خود حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے سادات کے لئے بھی مدار نجات حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کو ٹھہرایا ہے۔ اس لئے بخشے بخشائے ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ یہ سرے سے مکلّف ہی نہیں، یہ جو چاہیں کریں، ان سے کسی عمل کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی، بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت کریمہ سے ان کی بخشش ہوجائے گی۔ ہاں اس باب شفاعت میں بھی انہیں قرابت مصطفوی کی وجہ سے ایک قسم کا اختصاص حاصل ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَهْلُ بَیْتِیْ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ مِنْ قُرَیْشٍ ثُمَّ الْاَنْصَارُ ثُمَّ مَنْ اٰمَنَ بِیْ وَاتَّبَعَنِیْ مِنَ الْیَمَنِ ثُمَّ مِنْ سَائِرِ الْعَرَبِ ثُمَّ الْاَعَاجِمُ، وَاَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَهٗ اُوْلُوا الْفَضْلِ." [المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۱/۵۰]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر قریش میں درجہ بدرجہ جو مجھ سے زیادہ قریب ہوگا، اس کی شفاعت کروں گا پھر انصار کی پھر اہل یمن میں سے ان کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی، پھر سارے عرب کے مسلمانوں کی پھر عجم کے مسلمانوں کی شفاعت کروں گا اور جن کی میں پہلے شفاعت کروں، وہ دوسروں سے افضل ہوں گے۔

ہمارے حضور ﷺ کی ساری امت مستجابہ کو یہی امید ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شفاعت انہیں نصیب ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ، کیونکہ حضور پر جب آیت کریمہ: "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی". [والضحیٰ:۵] نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وَاِذًا لَا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ." [تفسیر الثعالبی ۴/۴۲۲]، میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ میرا ایک امتی بھی جہنم میں رہ جائے گا۔ تفصیل کے لئے حضرت میر عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ کی گذشتہ تصریحات ملاحظہ کیجئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"سادات کرام جو واقعی علم الٰہی میں سادات ہوں، اُن کے بارے میں رب عزوجل سے امید واثق یہی ہے کہ آخرت میں اُن کے کسی گناہ پر عذاب نہ دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے:

"ان کا فاطمہ نام اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی تمام ذریت کو نار پر حرام فرمادیا۔" [فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۶۳۸]

﴿۵﴾ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ "فتاویٰ رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ اُن اعمال کے سبب اُس سے تنفر نہ کیا جائے، نفس اعمال سے تنفر ہو بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حد کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اُس حالت میں بھی اُس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی۔ ہاں اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچے جیسے رافضی وہابی قادیانی نیچری وغیرہم تو اب اُس کی تعظیم حرام ہے کہ جو وجہ تعظیم تھی یعنی سیادت، وہی نہ رہی۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿۴﴾ اللہ کے فضل وکرم سے کچھ بعید نہیں کہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کی آل کو بے حساب وکتاب جنت میں داخل فرمادے واللہ ذوالفضل العظیم، لیکن اگر اسے مطلق رکھا جائے تو زمرۂ انسان میں شامل ہونے کی وجہ سے حضرات سادات کے مکلّف شرعی ہونے کا نظام درہم برہم ہوجائے گا، کیونکہ پھر فرائض وواجبات کی ادائیگی کا لازمی ہونا چہ معنی دارد؟ اور منہیات کے ارتکاب سے باز رہنے کا حکم کیوں کر؟ آگے چل کر خود حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے سادات کے لئے بھی مدار نجات حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کو ٹھہرایا ہے۔ اس لئے بخشے بخشائے ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ یہ سرے سے مکلّف ہی نہیں، یہ جو چاہیں کریں، ان سے کسی عمل کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی، بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت کریمہ سے ان کی بخشش ہوجائے گی۔ ہاں اس باب شفاعت میں بھی انہیں قرابت مصطفوی کی وجہ سے ایک قسم کا اختصاص حاصل ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَهْلُ بَیْتِیْ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ مِنْ قُرَیْشٍ ثُمَّ الْاَنْصَارُ ثُمَّ مَنْ آمَنَ بِیْ وَاتَّبَعَنِیْ مِنَ الْیَمَنِ ثُمَّ مِنْ سَائِرِ الْعَرَبِ ثُمَّ الْاَعَاجِمُ، وَاَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَهٗ اُوْلُو الْفَضْلِ." [المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۱/۵۰]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر قریش میں درجہ بدرجہ جو مجھ سے زیادہ قریب ہوگا، اس کی شفاعت کروں گا پھر انصار کی پھر اہل یمن میں سے ان کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی، پھر سارے عرب کے مسلمانوں کی پھر عجم کے مسلمانوں کی شفاعت کروں گا اور جن کی میں پہلے شفاعت کروں، وہ دوسروں سے افضل ہوں گے۔

ہمارے حضور ﷺ کی ساری امت مستجابہ کو یہی امید ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شفاعت انہیں نصیب ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ، کیونکہ حضور پر جب آیت کریمہ: "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی". [والضحیٰ: ۵] نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وَاِذًا لَا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ." [تفسیر الثعالبی ۴/۴۲۲]، میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ میرا ایک امتی بھی جہنم میں رہ جائے گا۔ تفصیل کے لئے حضرت میر عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ کی گذشتہ تصریحات ملاحظہ کیجئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"سادات کرام جو واقعی علم الٰہی میں سادات ہوں، اُن کے بارے میں رب عزوجل سے امید واثق یہی ہے کہ آخرت میں اُن کے کسی گناہ پر عذاب نہ دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے:

"ان کا فاطمہ نام اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی تمام ذریت کو نار پر حرام فرمادیا۔" [فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۶۳۸]

﴿۵﴾ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ "فتاویٰ رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ اُن اعمال کے سبب اُس سے تنفر نہ کیا جائے، نفس اعمال سے تنفر ہو بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حد کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اُس حالت میں بھی اُس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی۔ ہاں اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچے جیسے رافضی وہابی قادیانی نیچری وغیرہم تو اب اُس کی تعظیم حرام ہے کہ جو وجہ تعظیم تھی یعنی سیادت، وہی نہ رہی۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿۴﴾ اللہ کے فضل و کرم سے کچھ بعید نہیں کہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کی آل کو بے حساب و کتاب جنت میں داخل فرمادے واللہ ذوالفضل العظیم، لیکن اگر اسے مطلق رکھا جائے تو زمرۂ انسان میں شامل ہونے کی وجہ سے حضرات سادات کے مکلّف شرعی ہونے کا نظام درہم برہم ہوجائے گا، کیونکہ پھر فرائض وواجبات کی ادائیگی کا لازمی ہونا چہ معنی دارد؟ اور منہیات کے ارتکاب سے باز رہنے کا حکم کیوں کر؟ آگے چل کر خود حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے سادات کے لئے بھی مدار نجات حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کو ٹھہرایا ہے۔ اس لئے بخشے بخشائے ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ یہ سرے سے مکلّف ہی نہیں، یہ جو چاہیں کریں، ان سے کسی عمل کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی، بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت کریمہ سے ان کی بخشش ہوجائے گی۔ ہاں اس باب شفاعت میں بھی انہیں قرابت مصطفوی کی وجہ سے ایک قسم کا اختصاص حاصل ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

"عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَهْلُ بَیْتِیْ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ مِنْ قُرَیْشٍ ثُمَّ الْاَنْصَارُ ثُمَّ مَنْ آمَنَ بِیْ وَاتَّبَعَنِیْ مِنَ الْیَمَنِ ثُمَّ مِنْ سَائِرِ الْعَرَبِ ثُمَّ الْاَعَاجِمُ، وَاَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَهٗ اُوْلُو الْفَضْلِ." [المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۱/۵۰]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر قریش میں درجہ بدرجہ جو مجھ سے زیادہ قریب ہوگا، اس کی شفاعت کروں گا پھر انصار کی پھر اہل یمن میں سے ان کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی، پھر سارے عرب کے مسلمانوں کی پھر عجم کے مسلمانوں کی شفاعت کروں گا اور جن کی میں پہلے شفاعت کروں، وہ دوسروں سے افضل ہوں گے۔

ہمارے حضور ﷺ کی ساری امت مستجابہ کو یہی امید ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شفاعت انہیں نصیب ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ، کیونکہ حضور پر جب آیت کریمہ: "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی". [والضحیٰ: ۵] نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وَاِذاً لَا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ." [تفسیر الثعالبی ۴/۴۲۲]، میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ میرا ایک امتی بھی جہنم میں رہ جائے گا۔ تفصیل کے لئے حضرت میر عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ کی گذشتہ تصریحات ملاحظہ کیجئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"سادات کرام جو واقعی علم الٰہی میں سادات ہوں، اُن کے بارے میں رب عزوجل سے امید واثق یہی ہے کہ آخرت میں اُن کے کسی گناہ پر عذاب نہ دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے:

"ان کا فاطمہ نام اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی تمام ذریت کو نار پر حرام فرمادیا۔" [فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۶۳۸]

﴿۵﴾ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ "فتاویٰ رضویہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ اُن اعمال کے سبب اُس سے تنفر نہ کیا جائے، نفس اعمال سے تنفر ہو بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حد کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اُس حالت میں بھی اُس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی۔ ہاں اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچے جیسے رافضی وہابی قادیانی نیچری وغیرہم تو اب اُس کی تعظیم حرام ہے کہ جو وجہ تعظیم تھی یعنی سیادت، وہی نہ رہی۔ قال اللہ تعالیٰ:

"اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ." [ھود:۴۶] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے نوح [علیہ السلام] وہ [یعنی تیرا بیٹا] تیرے گھر والوں میں نہیں، بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔

شریعت نے تقویٰ کو فضیلت دی ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ [الحجرات:۱۳] مگر یہ فضل ذاتی ہے۔ فضل نسب منتہائے نسب کی افضلیت پر ہے۔ سادات کرام کی انتہائے نسب حضور سید عالم ﷺ پر ہے۔ اس فضل انتساب کی تعظیم ہر متقی پر فرض ہے کہ وہ اس کی تعظیم نہیں، حضور اقدس ﷺ کی تعظیم ہے۔" [فتاویٰ رضویہ، ۲۲/۴۲۳]

لیکن سادات کے اعمال بد کو بنظر استحسان نہ دیکھیں اور قدرت ہو تو بحکم حدیث انہیں ان کی غیر شرعی حرکات سے اس طور سے باز رکھنے کی کوشش کریں جس میں ان کی تذلیل نہ ہو اور قدرت نہ ہو تو ان کے اعمال بد کو برا سمجھیں، انہیں نہیں۔ ان کے حق میں ہدایت یابی کی دعا کریں۔

﴿۶﴾ اسلام اور ایمان، امن اور سلامتی کے ترجمان ہیں اور ظلم و جبر، سلامتی اور امن کے نظام کو درہم برہم کرتے ہیں، اس لئے اسلام میں ظلم کے جواز کی کوئی صورت نہیں، کسے باشد۔ قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ ظلم کی مذمت سے لبریز ہیں۔ رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ". [ھود:۱۸] سنتا ہے اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: "وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ". [آل عمران:۵۷] اور ظالم اللہ کو نہیں بھاتے۔

ارشاد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے: "اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ". [صحیح البخاری، ۱/۳۳۱] ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہے۔

ظلم سہنا، ظالم کی ظلم پر مدد کرنا ہے جس سے اس کو بڑھ چڑھ کر نت نئے ظالمانہ طریقے ایجاد کرنے اور لوگوں کو ستانے کا حوصلہ پیدا ہوگا اور پھر نظام عالم درہم برہم ہوگا، کائنات مظلوموں سے بھر جائے گی۔ اسی لئے رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ." [المائدۃ:۲] تم پر حرام ہے کہ گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد کرو [اور حد سے بڑھنا ہی ظلم کہلاتا ہے]

حدیث پاک میں حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُعِيْنَهٗ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ اَوْ فَقَدْ خَلَعَ مِنْ عُنُقِهٖ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ" [المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر ۶۱۹، ۱/۲۲۷] جو دانستہ ظالم کی مدد دینے چلے، اُس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی/ اسلام سے نکل گیا۔

بلکہ اسلام نے ظالم کو روکنے کا حکم دیا ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

"اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِماً اَوْ مَظْلُوماً، قَالُوْا: هٰذَا نَنْصُرُهٗ مَظْلُوماً فَكَيْفَ نَنْصُرُهٗ ظَالِماً؟ قَالَ: تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ." رواه البخاری فی الصحیح. [السنن الکبریٰ للبیہقی، ۱۰/۸۹] اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابۂ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے لیکن ظالم کی مدد کا کیا معنیٰ؟ حضور نے فرمایا: اسے ظلم سے روک دو، یہی اُس کی مدد ہے۔ اس لئے سیدوں کے مظالم کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنے کا کوئی معنیٰ نہیں۔ رہ گئی بات کہ ظلم کے معاملے میں سیدوں کا لحاظ کرنے سے حضور اقدس ﷺ کی رضامندی کا حصول ہوگا تو ہم ظالم سیدوں کو ان کے ظلم سے روک کر یہ رضامندی حاصل کریں گے کیونکہ یہ حدیث رسول ﷺ پر عمل بھی ہوگا، خلق خدا کی راحت رسانی بھی ہوگی

اور خود ان ظالم سیدوں کا امر خیر پر تعاون بھی ہوگا کہ ظلم کی وجہ سے ان کا نامۂ اعمال بوجھل ہو رہا تھا اور ہم نے انہیں ظلم سے باز رکھ کر ان کی اخروی راحت کا سامان کیا۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی فتوحات مکیہ سے یہ عبارت نقل فرمائی لیکن یہ ضرور کسی غالی رافضی کا الحاقیہ ہے اور شیخ کی کتابوں کے ساتھ ظالموں نے یہ سلوک کئی جگہ کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: الیواقیت والجواہر للامام الشعرانی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: ''بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں جن کا مفصل بیان کتاب الیواقیت والجواہر امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے، خصوصاً حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں الحاقات کی گنتی نہیں۔ کھلے ہوئے صریح کفر بھر دئے ہیں''۔ [فتاویٰ رضویہ، ۱۵/۵۵۵-۵۵۶]

رافضیوں کی مہربانیاں کوئی نئی نہیں ہے۔ مجھ سے خود خواجہ حسن نظامی ثانی نے ۲۰۰۸ء کی ایک نشست میں بیان کیا کہ سرکار محبوب الٰہی خواجہ سید محمد نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی ''فوائد الفواد'' کے ترجمے کے وقت ایک عبارت سے رفض کی تائید نکل رہی تھی، میں سخت حیران تھا، میں نے فوائد الفواد کے متعدد مخطوطے کھنگال دئے، سب میں وہ عبارت درج تھی۔ چار سو سال پہلے کا ایک مخطوطہ دستیاب ہوا جس میں وہ الحاقی عبارت نہیں تھی، تب جا کر مجھے یقین ہوا کہ یہ کسی بدبخت رافضی کا الحاقیہ ہے۔

مجھے خود ''منبع الانساب'' کے ترجمے کے وقت اس کے ایک نسخے میں رافضیانہ خیالات کی بھرمار نظر آئی جبکہ اسی کتاب کے دوسرے نسخے ان عبارتوں سے خالی تھے۔ اس لئے حضرت مصنف کو معذور سمجھا جائے، کیونکہ انہوں نے

حضرت شیخ اکبر پر اعتماد فرماتے ہوئے یہ عبارت نقل کی۔

اگر ظلم کو سہنے کی بات درست مان لی جائے تو معرکۂ کربلا ایک افسانہ بن کر رہ جائے گا، کیونکہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ظلم اور جبر کے خلاف ہی جہاد فرمایا اور پورا کنبہ راہ حق میں لٹا دیا، اور پھر راشد شاز کی استعاراتی بکواس بھی صادق ہونے لگے گی کہ یہ آسمانی فیملی ہے جس پر کوئی دارو گیر نہیں۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وآلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

﴿۷﴾ یہ ایک امر مستحب ہے تاکہ علوی فاسق کو اس تعزیر پر زیادہ عار نہ آئے، کیونکہ سزا دینے والا بھی علوی ہے، اور یہ نسبت سیادت کا یک گونہ احترام ہے۔ ورنہ قاضی کوئی بھی ہو، علوی پر بھی اسلامی سزائیں نافذ کرنے کا پورا حق رکھتا ہے۔ دیکھئے کتب فقہ متعلقہ ابواب۔

﴿۸﴾ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ ''فتاویٰ حدیثیہ'' کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''فتاویٰ حدیثیہ امام ابن حجر مکی میں ہے: ''تو جب یہ ثابت ہوا تو جس کی نسبت اہل بیت نبی اور علوی حضرات کی طرف معلوم ہے تو اس کی بڑی جنایت اور عدم دیانت وصیانت اس کو اس نسبت سے خارج نہ کرے گی، اس بات کی بناء پر بعض محققین نے فرمایا: زانی یا شرابی یا چور سید پر حد قائم کرنے کی مثال صرف یہی ہے جیسے امیر یا سلطان کا کوئی خادم اس کے پاؤں پر لگی نجاست کو صاف کرے، اس مثال کو غور سے سمجھا جائے اور لوگوں کی اس بات پر بھی غور کیا جائے کہ نافرمان اولاد وراثت سے محروم نہیں ہوتی۔ ہاں اگر ان حضرات سے کفر کا وقوع فرض کیا جائے والعیاذ باللہ، تو اس سے وہ نسبت منقطع ہو جائے گی۔ میں نے صرف فرض کرنے کی

بات اس لئے کی ہے کیونکہ مجھے جزم کی حد تک یقین ہے کہ جو صحیح النسب سید ہو اس سے حقیقی کفر کا وقوع نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بلند رکھے، بعض نے تو ان سے زنا اور لواطت جیسے افعال کو بھی محال کہا ہے بشرطیکہ ان کی نسبی شرافت یقینی ہو تو پھر کفر کے متعلق تیرا کیا خیال ہے"۔ [فتاویٰ حدیثیہ، طلب ما الحکمۃ فی خصوص اولاد فاطمہ بالمشرف، المطبعۃ الجمالیہ، مصر، ص ۱۲۲/ فتاویٰ رضویہ ۱۵/ ۷۳۵]

لیکن اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ سید چاہے جتنا گناہگار ہو، سید رہے گا، اس کی سیادت اس سے منقطع نہیں ہوگی۔ ہاں اگر کفر کی حد تک پہنچ جائے تو اس کی سیادت ختم ہوجائے گی اور وہ سید نہیں رہے گا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان کے گناہ، ان کے لئے ضرر رساں نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے لئے ان کے گناہوں کی نحوست دوہری ہوگی۔ بخاری سادات کے میر کارواں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری قدس سرہٗ "خزانۂ جلالی" میں تحریر فرماتے ہیں:

"نیکیوں اور بدیوں میں شرف مکان، شرف زمان اور شرف نفس کا بھی اعتبار ہے۔ مکان جیسے مکہ مکرمہ کہ اس میں ایک نیکی سو ہزار [ایک لاکھ] نیکیوں کا ثواب رکھتی ہے اور ایک بدی سو ہزار بدیوں کے برابر ہوتی ہے۔ اور شرف زمان جیسے ماہِ رجب اور روز جمعہ کہ ایسے زمانہ میں ایک نیکی ستر نیکیوں کی مورث ہے اور ایک بدی ستر بدیوں کے عذاب کی موجب، اور شرف نفس جیسے فاطمی سید اور علماء کہ اگر یہ ایک نیکی کریں تو دوسرے کے مقابلے میں دوگنا ثواب حاصل کریں اور ایک گناہ کریں تو دوسروں سے بڑھ کر عذاب میں مبتلا ہوں۔ یہیں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سید اگر عالم بھی ہو تو اس کو فرمانبرداری اور نافرمانی میں ثواب اور عذاب کا حصہ دوگنے سے بھی زیادہ ہے۔" [سبع سنابل، ص ۹۱]

قرآن حکیم میں مطلقاً صاف ارشاد ہے: "أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا

السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ." [الجاثیۃ: ۲۱] کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کی اُن کی زندگی اور موت برابر ہوجائے۔ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

﴿۹﴾ اس عبارت میں مصنف نے حضرت عمر کو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کفو شمار نہیں کیا۔ یہ بات سخت محل نظر ہے اور سادات کی تحریروں میں یہ بے اعتدالی میں نے کئی جگہ دیکھی۔ منبع الانساب کا ترجمہ کرتے وقت بھی میں دیکھا کہ حضرت مصنف مخدوم سید معین الحق جھونسوی علیہ الرحمہ نے حضرات انصار صحابہ اور اصحاب صفہ کو قریش کا کفو شمار نہیں کیا بلکہ انہیں پست طبقے میں رکھا۔ یہ بات سخت محل نظر تھی، کیونکہ حضرات انصار اور اصحاب صفہ کے فضائل سے کتب احادیث لبریز ہیں اور حضرات انصار کا قبیلہ خود حضور ﷺ کی ننیہال ہے۔ میں نے اس پر مفصل حاشیہ لکھا۔ اس کتاب میں بھی یہاں حضرت مصنف کی یہ عبارت بہت سخت محل نظر ہے اور نہایت باعث قلق واضطراب۔ سیدنا فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کے ذاتی فضائل وکمالات سے زمین وآسمان گونج رہے ہیں۔ نسبی طور سے آپ حضرات قریش سے ہیں اور قریش کی ساری شاخیں بے تکلف ایک دوسرے کی کفو ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کرسکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلہ سے ہوسکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی۔ رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل پٹھان، ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو، اس سے مطلقاً نکاح ہوسکتا ہے۔" [فتاویٰ رضویہ، ۱۱/ ۷۱۶]

﴿۱۰﴾ یہ جمہور اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ خلفائے اربعہ کی فضیلت مطلقہ ساری امت پر نافذ ہے، چاہے وہ کسی طبقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ نور العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''انبیائے کرام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسی ترتیب پر خلافت واقع ہوئی۔'' [سراج العوارف، ص ۵۳]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ نے قدرے تفصیل سے اس موقف ناحق کا رد فرمایا ہے۔ رقم طراز ہیں:

''اگر وہ یہ کہتا کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بوجہ جزئیت کریمہ ایک فضل جزئی حضرات عالیہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر رکھتے ہیں اور مرتبہ حضرات خلفاء کا اعظم واعلیٰ ہے تو حق تھا مگر اس نے اپنی جہالت سے فضل کلی سبطین کو دیا اور افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر الصدیق کو عام مخصص منہ البعض ٹھہرایا اور انہیں امیر المؤمنین مولیٰ علی سے افضل کہا، یہ سب باطل اور خلاف اہل سنت ہے۔ اس عقیدۂ باطلہ سے توبہ فرض ہے ورنہ وہ سنی نہیں اور اس کی دلیل محض مردود وذلیل۔ اگر جزئیت موجب افضلیت مرتبہ عند اللہ ہو تو لازم کہ آج کل کے بھی سارے میر صاحب اگرچہ کیسے ہی فسق وفجور میں مبتلا ہوں، اللہ عزوجل کے نزدیک امیر المؤمنین مولیٰ علی سے افضل واعلیٰ ہوں اور یہ نہ کہے گا مگر جاہل، اجہل، مجنون یا ضال، مضل، مفتون۔ قال اللہ عزوجل: ''قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ'' [الزمر:۹] تم فرمادو کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور بے علم۔

اور فرماتا ہے: ''يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ'' [المجادلۃ:۱۱] اللہ بلند فرمائے گا تم میں سے مومنوں اور بالخصوص عالموں

کے درجے۔

تو عند اللہ فضل علم، فضل نسب سے اشرف واعظم ہے۔ یہ میر صاحب کہ عالم نہ ہوں اگرچہ صالح ہوں، آج کل کے عالم سنی صحیح العقیدہ کے مرتبے کو شرعاً نہیں پہونچتے، نہ کہ ائمہ، نہ کہ صحابہ، نہ کہ مولیٰ علی، نہ کہ صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

[ترجمہ] ''نوجوان عالم کو بوڑھے جاہل پر تقدم کا حق حاصل ہے اگرچہ وہ جاہل قرشی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عالموں کے درجے بلند فرمائے گا۔ چونکہ بلندی عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا جو اس کو گھٹائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں ڈالے گا''۔ [الدر المختار، مسائل شتیٰ، ۲/۳۵۱، مطبع مجتبائی، دہلی]

فتاویٰ خیریہ امام خیر الدین رملی میں ہے: ''جاہل کا قرشی ہونا، عالم پر اس کے تقدم کو مباح نہیں کرتا کیونکہ علم کی کتابیں عالم کے قرشی پر تقدم کے حق سے بھری پڑی ہیں اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے قرشی وغیر قرشی کے درمیان اپنے اس ارشاد میں کوئی فرق نہیں فرمایا کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟''

[الفتاویٰ الخیریہ، مسائل شتیٰ، ۲/۲۳۴، دار المعرفت، بیروت]

اسی میں ہے: ''قرشی غیر عالم پر عالم کو تقدم حاصل ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سسر آپ کے دامادوں پر مقدم ہیں حالانکہ نسب کے اعتبار سے داماد بنسبت سسر کے اقرب ہوتا ہے''۔ [الفتاویٰ الخیریہ، مسائل شتیٰ، ۲/۲۳۵، دار المعرفت، بیروت]

ولہٰذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرداری حضرات سبطین کریمین کو حفظ تعمیم کے لئے جوانان اہل جنت سے خاص فرمایا: ''اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.'' حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی جوانوں کے سردار

ہیں، تاکہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شامل نہ ہو اور متعدد صحیح حدیثوں میں اسی کے تتمہ میں فرمادیا: "وَاَبُوْهُمَا خَيْرٌ مِنْهُمَا" حسن وحسین جوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور اُن کا باپ اُن سے افضل ہے۔ [سنن ابن ماجہ، ص۲، فضل علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ]

اور ارشاد ہوا: "اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ خَيْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَ خَيْرُ اَهْلِ السَّمَاوَاتِ وَخَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ". [کنز العمال، حدیث ۳۲۶۴۵، ۱۱/۵۶۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت] ابوبکر وعمر سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں اور سب آسمان والوں اور سب زمین والوں سے افضل ہیں سوا انبیاء ومرسلین کے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔" [فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۲۷۴-۲۷۶]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:

"كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ فَقَالَ يَا عَلِيُّ هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَشَبَابِهَا بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ — رواه الترمذی وابن ماجة وعبد الله بن الامام احمد". [جامع الترمذی، حدیث ۳۶۸۵، ۵/۳۷۶، دار الفکر، بیروت]

میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ ابوبکر وعمر سامنے آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی! یہ دونوں سردار ہیں اہل جنت کے سب بوڑھوں اور جوانوں کے بعد انبیاء ومرسلین کے ..... خود حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بار بار اپنی کرسی مملکت و سطوت خلافت میں افضلیت مطلقہ شیخین کی تصریح فرمائی اور یہ ارشاد اُن سے بتواتر

ثابت ہوا کہ اَسّی سے زیادہ صحابہ وتابعین نے اُسے روایت کیا اور فی الواقع اس مسئلہ کو جیسا حق مآب مرتضوی نے صاف صاف واشگاف بکرات ومرات اپنی جلوات وخلوات [عمومی محفلوں، خصوصی نشستوں] ومشاہد عامہ ومساجد جامعہ میں ارشاد فرمایا، دوسروں سے واقع نہیں ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت محمد بن حنفیہ صاحبزادۂ جناب امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: "قَالَ: قُلْتُ لِاَبِيْ: اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: اَبُوْ بَكْرٍ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: عُمَرُ." [صحیح البخاری، ۱/۵۱۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی]۔ یعنی میں نے اپنے والد ماجد امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہے؟ ارشاد فرمایا ابوبکر، میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا عمر۔" [فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۳۶۵-۳۶۷]

فتوحات مکیہ میں ہے: "یقین جان کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کی امت میں کوئی ایسا نہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہو سوا سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ وہ حضور کے امتی ہیں اور صدیق سے افضل ہیں کہ نبی ہیں" [فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۲۷۸]

﴿۱۱﴾ اس کی تائید میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ نے بھی ذکر فرمائی ہیں۔ آپ رقم طراز ہیں:

"حدیث نمبر ۶۸ کہ فرماتے ہیں ﷺ: "آدمی اپنی جگہ چھوڑ کر کسی کے لئے نہ اٹھے سوائے بنی ہاشم کے۔ اسے خطیب نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا [تاریخ بغداد، ۳/۸۸، دار الکتاب العربی بیروت]

دوسری روایت میں ہے: "ہر شخص اپنے بھائی کے لئے اپنی مجلس سے

اٹھے مگر بنی ہاشم کسی کے لئے نہ اٹھیں۔ اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور خطیب نے روایت کیا [المعجم الکبیر، ۸/ ۲۸۹، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت]

لیکن یہ تخصیص، خصوصی توقیر کے لئے ہے، ورنہ دوسرے معظمان دینی کی تعظیم کے لئے بھی کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''معظمان دینی کے ہاتھ پاؤں چومنا بھی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ یونہی انہیں دیکھ کر قیام، مگر ہاتھ باندھے کھڑے رہنا نہ چاہئے اور اگر کوئی معظم اس کی خواہش کرے، اس کی یہ خواہش حرام ہے۔ حدیث میں ہے:

''جو کوئی اس بات سے مسرور اور خوش ہو کہ لوگ اس کے لئے کھڑے رہیں تو اس کو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لینا چاہئے۔'' [جامع الترمذی، ابواب الادب، ۲/ ۱۰۰، امین کمپنی دہلی/ فتاویٰ رضویہ ۲۲/ ۵۶۲-۵۶۳]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''علما وسادات کو رب العزت عزوجل نے اعزاز وامتیاز بخشا تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام، امر شرع کا امتثال [حکم بجالانا] اور صاحب حق کو اس کے حق کا ایفا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو فرما کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور جاہل [۳۹/ ۹]

جب اللہ جل وعلا ہی نے علما وجہلاء کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی اُن کا امتیاز لازم۔ اسی باب سے ہے علمائے دین کو مجالس میں صدر مقام ومسند اکرام پر جگہ دینا کہ سلفاً وخلفاً شائع وذائع اور شرعاً وعرفاً مندوب ومطلوب.....

ہاں علما وسادات کو یہ ناجائز وممنوع ہے کہ آپ اپنے لئے سب سے امتیاز چاہیں اور اپنے نفس کو اور مسلمانوں سے بڑا جانیں کہ یہ تکبر ہے اور تکبر ملک جبار جلّت عظمتہ کے سوا کسی کو لائق نہیں، بندہ کے حق میں گناہ اکبر ہے: ''اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ''. [الزمر: ۶۰] کیا جہنم میں نہیں ٹھکانہ تکبر والوں کا۔

جب سب علما کے آقا، سب سادات کے باپ حضور پُر نور سید المرسلین ﷺ انتہا درجہ کی تواضع فرماتے اور مقام ومجلس وخورش وروش کسی امر میں اپنے بندگانِ بارگاہ پر امتیاز نہ چاہتے تو دوسرے کی کیا حقیقت ہے؟ مگر مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ سب سے زائد علما وسادات کا اعزاز وامتیاز کریں۔ یہ ایسا ہے کہ کسی شخص کو لوگوں سے اپنے لئے طالبِ قیام ہونا مکروہ اور لوگوں کا معظم دینی کے لئے قیام مندوب۔ پھر جب اہل اسلام اُن کے ساتھ امتیاز خاص کا برتاؤ کریں تو اس کا قبول انہیں ممنوع نہیں۔ امیر المومنین سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ کہیں تشریف فرما ہوئے۔ صاحبِ خانہ نے حضرت کے لئے قالین/مسند حاضر کی۔ امیر المومنین اس پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: کوئی گدھا ہی عزت کی بات قبول نہ کرے گا۔'' [فتاویٰ رضویہ، ۲۳/ ۷۱۸-۷۲۰]

﴿۱۲﴾ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''قال اللہ عزوجل: ''قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ''. [الزمر: ۹] تم فرما دو کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور بے علم۔

اور فرماتا ہے: ''یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ''. [المجادلۃ: ۱۱] اللہ بلند فرمائے گا تم میں سے مومنوں اور بالخصوص عالموں کے درجے۔

تو عند اللہ فضل علم، فضل نسب سے اشرف واعظم ہے۔ یہ میر صاحب کہ عالم نہ ہوں اگرچہ صالح ہوں، آج کل کے عالم سنی صحیح العقیدہ کے مرتبے کو شرعاً نہیں پہونچتے، نہ کہ ائمہ، نہ کہ صحابہ، نہ کہ مولیٰ علی، نہ کہ صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

[ترجمہ] ''نوجوان عالم کو بوڑھے جاہل پر تقدم کا حق حاصل ہے اگرچہ وہ

جاہل قرشی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عالموں کے درجے بلند فرمائے گا۔ چونکہ بلندی عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا جو اس کو گھٹائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں ڈالے گا''۔[الدر المختار، مسائل شتیٰ، ۲/ ۳۵۱، مطبع مجتبائی، دہلی]

فتاویٰ خیریہ امام خیر الدین رملی میں ہے: ''جاہل کا قرشی ہونا، عالم پر اس کے تقدم کو مباح نہیں کرتا، کیونکہ علم کی کتابیں عالم کے قرشی پر تقدم کے حق سے بھری پڑی ہیں اور اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے قرشی وغیر قرشی کے درمیان اپنے اس ارشاد میں کوئی فرق نہیں فرمایا کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟'' [الفتاویٰ الخیریہ، مسائل شتیٰ، ۲/ ۲۳۴، دار المعرفت، بیروت]

اسی میں ہے: ''قرشی غیر عالم پر عالم کو تقدم حاصل ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سسر آپ کے دامادوں پر مقدم ہیں حالانکہ نسب کے اعتبار سے داماد بنسبت سسر کے اقرب ہوتا ہے''۔[الفتاویٰ الخیریہ، مسائل شتیٰ، ۲/ ۲۳۵، دار المعرفت، بیروت] [فتاویٰ رضویہ، ۲۹/ ۲۷۵-۲۷۶]

الملفوظ شریف میں تحریر ہے: ''حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میں بغرض تحصیل علم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درِ دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے تو براہِ ادب اُن کو آواز نہ دیتا، اُن کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ ہوا خاک اور ریتا اُڑا کر مجھ پر ڈالتی پھر جب حضرت زید کا شانۂ اقدس سے تشریف لاتے، فرماتے: ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرادی؟ میں عرض کرتا مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا''۔[الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۴/ ۱۲۵]

یہ وہ ادب ہے جس کی تعلیم قرآن عظیم نے فرمائی: ''وہ جو حجروں کے باہر سے انہیں آواز دیتے ہیں، اُن میں بہت کو عقل نہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم

باہر تشریف لاؤ تو اُن کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے'' [الحجرات: ۴-۵]

ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے رکاب تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ اے ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! انہوں نے کہا ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علماء کے ساتھ ادب کریں۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے اترے اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا: ہمیں یہی حکم ہے کہ اہل بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں۔ [المعجم الکبیر للطبرانی، زید بن ثابت الانصاری، حدیث ۴۷۴۶، ۵/ ۱۰۶]

ہارون رشید جیسے جبار بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لئے حضرت امام کِسائی سے [جو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خالہ زاد بھائی اور اجلۂ علمائے قرائے سبعہ میں سے ہیں] عرض کیا فرمایا: میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا، شہزادہ میرے ہی مکان پر آجایا کرے۔ ہارون رشید نے عرض کی: وہ وہیں حاضر ہو جایا کرے گا، مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا: یہ بھی نہ ہوگا بلکہ جو پہلے آئے گا، اس کا سبق پہلے ہوگا۔ غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز ہارون رشید کا گزر ہوا، دیکھا کہ امام کِسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون رشید پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضب ناک ہو کر اترا اور مامون رشید کے کوڑا مارا اور کہا: او بے ادب خدا نے دو ہاتھ کس لئے دئے ہیں، ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے اُن کا پاؤں دھو۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے ابو معاویہ ضریر کی دعوت کی، وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ جب آفتابہ اور چلمچی ہاتھ دھونے کے لئے لائی گئی تو چلمچی خدمت گار کو دی اور آفتابہ خود لے کر اُن کے ہاتھ دھلائے اور کہا: آپ نے جانا کون آپ کے

ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟ کہا: نہیں۔ کہا: ہارون۔ انہوں نے کہا: جیسی آپ نے علم کی عزت کی، ایسی اللہ آپ کی عزت کرے۔ ہارون رشید نے کہا: اسی دعا کے حاصل کرنے کے لئے یہ کیا تھا۔ [تاریخ بغداد، ۱۴/۹]

ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی عالم تشریف لاتے، بادشاہ اُن کی تعظیم کے لئے سروقد کھڑا ہوتا، ایک بار درباریوں نے عرض کیا، یا امیر المؤمنین! رعب سلطنت جاتا ہے۔ جواب دیا: اگر علمائے دین کی تعظیم سے رعب سلطنت جاتا ہے تو جانے ہی کے قابل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہارون رشید کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجۂ اتم تھا۔ سلاطین نصاریٰ اُس کا نام لیتے تھراتے تھے"۔ [الملفوظ، ۱/۱۴۳-۱۴۵، مکتبۃ المدینہ، دہلی]

﴿۱۳﴾ دونوں داماد رسول ﷺ کو حضرات شیخین سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل بتانا، اہل سنت کے مذہب کے خلاف ہے بلکہ حضرت امام اعظم [م ۱۵۰ھ] کے زمانے سے شیخین کی فضیلت کا عقیدہ رکھنا، اہل سنت کی پہچان ہے اور اس کے خلاف نظریہ رکھنا گمراہی اور بد دینی ہے۔ سبع سنابل میں اس گمراہ نظریے کی خوب خبر لی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۷۰-۱۰۴۔ مصنف کے خاندان کے بزرگ نور العارفین سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہٗ اپنی تصنیف "سراج العارف فی الوصایا والمعارف" میں تحریر فرماتے ہیں:

"جماعت اہل سنت کے عقیدوں پر مضبوطی سے جمے رہو کہ تہتر فرقوں میں سے یہی فرقہ نجات پائے گا، باقی سب دوزخی ہیں۔ امام ابو حنیفہ کوفی قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ اہل سنت و جماعت کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: تم ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو افضل جانو اور حضرت عثمان غنی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھو اور موزوں پر مسح کو جائز جانو، یعنی دونوں داماد رسول

کا فضل، شیخین کے فضل سے کم ہے مگر محبت چاروں سے رکھنا ضروری ہے۔ فقیر کے جد اعلیٰ سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ نے سبع سنابل میں یہی تحقیق فرمائی ہے۔" [سراج العوارف، ص ۵۰-۵۱]

اس کی مزید تحقیق کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے رسائل مبارکہ "الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی" اور "غایۃ التحقیق فی امامۃ العلی و الصدیق" ملاحظہ کریں۔ رسالۂ اولیٰ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"امام غزالی قدس سرہٗ نے "قواعد العقائد" کے آخر میں کہا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت خلافت میں ان کی ترتیب کے موافق ہے، اس لئے کہ حقیقت فضل وہ ہے جو اللہ کے نزدیک فضل ہو اور اس پر رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کو اطلاع نہیں یا آدمی، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی فضیلت اور اس میں ترتیب کا اعتقاد کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ..... حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے تھے: "شیخین کی فضیلت قطعی ہے یا قطعی جیسی ہے"۔ [فتاویٰ رضویہ، ۲۸/۶۷۸]

رہ گیا جزئیت کے سبب سے افضلیت سمجھنا، اس کا شافی جواب حاشیہ نمبر ۱۰ میں گذر چکا ہے۔ حضرات سادات کرام کے فضائل آفتاب سے زیادہ روشن ہیں، اس لئے ان کے فضائل بیان کرنے کے لئے مرجوح روایات، خلاف جمہور موقف اور اہل سنت کے خلاف کسی قول کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۴﴾ نور العارفین سید شاہ ابو الحسین احمد نوری قدس سرہٗ "سراج العوارف" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اہل جنت میں تمام عورتوں میں سب سے افضل حضرت فاطمہ،

خدیجہ، عائشہ، مریم اور آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں۔ ''قسطلانی'' میں شیخ تقی الدین کا مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت عائشہ اور ایک طبقے نے حضرت عائشہ کو سب سے افضل بتایا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ عائشہ کا فضل دیگر عورتوں پر ایسا ہے جیسا ثرید کا فضل دوسرے کھانوں پر اور ایک گروہ نے حضرت خدیجہ کو فضیلت دی ہے کہ آپ ہی سب سے پہلے حضور پر ایمان لائیں۔ ایک قوم حضرت مریم کو سب سے افضل بتاتی ہے کہ ارشاد ربانی ہے: "یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِیْنَ." [آل عمران:۴۲] اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا] لیکن ان میں سے کوئی دلیل قطعی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو افضل جانیں اور ایک دوسرے کی فضیلت پر کوئی کلام نہ کریں۔'' [سراج العوارف، ص ۵۳]

﴿۱۵﴾ بظاہر اس مقابلہ آرائی کا کوئی جواز نہیں، کیونکہ رسول کریم ﷺ کی ہر نسبت قابل توقیر ہے۔ حضور ﷺ، جس کے رشتے میں دادا یا نانا ہوں، یا حضور کسی کے جد اعلیٰ کے چچازاد بھائی ہوں، حضور کی ہر نسبت بے مثل و بے مثال ہے اور ہر ایک نسبت دنیا سے لے کر آخرت تک کام آنے والی اور اعزاز و توقیر میں اضافہ کرنے والی ہے۔ لیکن بنو امیہ اور بنو عباسیہ نے حضرات سادات کرام کے ساتھ جو بے سلوکیاں کی ہیں، وہ تاریخ کے صفحات کا داغ ہیں۔ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم کعبہ شریف میں محو خرام تھے۔ خلقت کا ہجوم آپ کے گرد دیوانہ وار ٹوٹا پڑتا تھا۔ یہ شیفتگی اور مقبولیت دیکھ کر خلیفۂ وقت مروان بن حکم نے طنزاً کہا: یہ کون صاحب ہیں؟ حضرت فرزدق علیہ الرحمہ کی رگ حمیت جاگ اٹھی اور برجستہ فرمایا:

هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَاْتَهٗ وَالْبَیْتُ یَعْرِفُهٗ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

[ارے تم نہیں جانتے؟] یہ ذات والا صفات تو ایسی معروف و مقبول، معزز و مکرم ہے کہ وادی بطحا کے سنگریزے ان کے مقدس نشانِ قدم کو پہچانتے ہیں۔ خانۂ کعبہ، حل و حرم کی وسعتیں ان سے خوب آشنائی رکھتی ہیں۔

اسی کشمکش اور حالاتِ زمانہ کے پیش نظر گمان غالب ہے کہ سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہو ورنہ ہمارے اکابر بالخصوص حضرات ائمۂ اہل بیت اس سطحی مفاخرت کے اظہار سے بے نیاز تھے۔ ان کی ذوات ستودہ صفات خود ہی ان کی عظمتوں کا اعلامیہ تھیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ایسی مفاخرت اسلامی مزاج سے ہم آہنگ نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ رسالۂ مبارکہ ''الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اہل جاہلیت نسب پر فخر کرتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ جس کا نسب بہتر ہے، وہی افضل ہے تو اسلام کا کلمہ، جاہلیت کے بول کو رد کرتا ہوا آیا: "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ". [الحجرات:۱۳] بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے.....

زمخشری اپنی تفسیر میں قائل ہیں: ''بے شک وہ حکمت جس کی وجہ سے تمہاری ترتیب کنبوں اور قبیلوں پر رکھی، وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جان لے، تو اپنے آباؤ اجداد کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے، نہ یہ کہ تم آباؤ اجداد پر فخر کرو اور نسب میں فضیلت اور برتری کا دعویٰ کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے وہ خصلت بیان کی جس سے انسان دوسرے سے برتر ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں عزت و بزرگی کا اکتساب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" اور ایک قراءت ''اَنَّ'' فتح ہمزہ کے ساتھ ہے۔ گویا کہ یہ کہا گیا ہے کہ نسب

پر فخر کیوں نہ کیا جائے؟ تو بتایا گیا کہ اس وجہ سے کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے، نہ وہ جو سب سے بڑا نسب والا ہوالخ'' [فتاویٰ رضویہ، ۲۸/ ۶۱۸-۶۱۹]

اسی رسالۂ مبارکہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

[آیت کریمہ: "یَـآ أَیُّهَـا الَّـذِیْـنَ آمَـنُـوا إِذَا قِیْـلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْـمَـجَـالِـسِ فَافْسَحُوْا." "[المجادلۃ: ۱۳] اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو دیدو" یہ آیت کریمہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے مطابق حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جب بعض صاحبان نے انہیں کمتر سمجھ کر انہیں مجالس میں جگہ نہ دی۔ اسی آیت کریمہ کے بارے میں] حضرت مقاتل کا قول ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اذان دیں تو وہ کعبہ معظمہ کے چھت پر چڑھے اور انہوں نے اذان کہی تو عتاب بن اُسید بن ابی العیص نے کہا: اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میرے باپ کو اٹھالیا اور انہوں نے یہ دن نہ دیکھا اور حارث بن ہشام نے کہا: کیا محمد [ﷺ] کو اس کالے کوے کے سوا کوئی اذان دینے والا نہ ملا؟ اور سہل بن عمرو نے کہا: اللہ کو اگر کوئی چیز ناپسند ہوگی، وہ اسے بدل دے گا اور ابوسفیان بولے: میں کچھ نہیں کہتا۔ مجھے خوف ہے کہ آسمان کا رب انہیں خبردار کردے گا، تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے پھر رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کی باتیں بتادیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے ان کے اقوال کی بابت پوچھا، انہوں نے اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ مذکورہ بالا آیت اتاری اور انہیں نسب پر فخر، اموال پر گھمنڈ اور فقراء کی تحقیر سے منع فرمایا۔'' [فتاویٰ رضویہ، ۲۸/ ۵۰۲-۵۰۳]

انساب اور سادات کرام

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

قرابت داریوں کے روشن سلسلے کو نسبی سلسلہ کیا جاتا ہے۔ نسل ونسب کا یہ تسلسل ہر جاندار میں قدرت کی جانب سے ودیعت ہے۔ اس میں انسان کی کوئی تخصیص نہیں۔ لیکن لفظ نسب صرف انسانوں کے نسلی سلسلے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہم سب کے جد اعلیٰ سیدنا آدم صفی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہیں۔ حدیث پاک میں تواضع کی تلقین کرتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "اَلنَّـاسُ بَـنُو آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ." [ترمذی، ۲/ ۱۵۹] تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور حضرت آدم خاک کی پیداوار ہیں۔

جب نسل آدم علیہ اسلام پھیلی تو آپسی شناخت برقرار رکھنے اور رابطے میں سہولت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو مختلف طبقات اور خاندان میں تقسیم فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے: "یَـا أَیُّهَـا الـنَّـاسُ إِنَّا خَلَقْنَاکُم مِّن ذَکَرٍ وَأُنثَی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاکُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ." [الحجرات: ۱۳]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد [حضرت آدم علیہ السلام] اور ایک عورت [حضرت حوا علیہا السلام] سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے [کنزالایمان]

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَهُوَ الَّـذِیْ خَلَقَ مِنَ الْـمَـاءِ بَشَـراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَصِهْراً وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرا" [الفرقان: ۵۴] اور وہی

ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کی اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔

نسل وخاندان کا یہ سلسلہ قیامت تک دراز رہے گا جن کے درمیان مومن اور کافر، نیک وبد، شریف وکمین، صالح اور طالح، نامور اور نکمے، بہادر اور بزدل، مالدار اور غریب، ذی علم اور بے علم، سلیم اور عیب دار افراد کا تسلسل قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ اولاد آدم میں اوصاف حسنہ اور اعمال سیئہ رکھنے والے طبقات کی پیداوار جہاں تقدیر الٰہی کی دین ہے، وہیں حسنات کی تاثیر اور طہارت آبائی کا بھی دخل رہا ہے۔ کیونکہ یہ دنیا دار الاسباب ہے اور ہر خیر وشر پر رب تبارک تعالیٰ خود ان کے مرتکبین پر بھی اثر مرتب فرماتا ہے اور ان کی نسلوں میں بھی کچھ اثرات منتقل ہوتے ہیں۔ چند ارشادات رسول اس کی تائید میں حاضر کرتا ہوں۔ حدیث پاک میں ہے: "اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْعِرْقُ دَسَّاسٌ وَاَدَبُ السُّوْءِ كِعِرْقِ السُّوْءِ." رواہ البیہقی فی شعب الایمان والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما [شعب الایمان، حدیث: ۱۰۹۷۴-دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۷/۴۵۵] جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں، یونہی آدمیوں کی ہیں اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے اور بری تربیت، بری رگ کی طرح ہے۔

دوسرا ارشاد نبوت ہے: "تَزَوَّجُوْا فِي الْحُجُزِ الصَّالِحِ فَاِنَّ الْعِرْقَ دَسَّاسٌ"، رواہ ابن عدی والدار قطنی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔" [کنز العمال، حدیث: ۴۴۵۵۹، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۶۰/۲۹۶] اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔

آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید ارشاد فرماتے ہیں: "اِيَّاكُمْ وَ خَضْرَاءَ الدِّمَنِ اَلْمَرْاَةِ الْحَسْنَاءِ فِي الْمَنْبَتِ السُّوْءِ." رواہ الرامہرمزی فی

الامثال والدار قطنی فی الافراد والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔" [کنز العمال، حدیث: ۴۴۵۸۷، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۶۰/۳۰۰]

گھورے کی ہریالی سے بچو [جو اوپر سے دلکش نظر آتی ہے اور اندر کوڑا کرکٹ اور گندگی چھپی ہوتی ہے] یعنی بری نسل کی خوبصورت عورت نہ لاؤ۔

تفسیر "الدر المنثور" میں اس بابت کی خاص روایات مروی ہیں کہ آباؤ اجداد کا صلاح وتقویٰ آنے والی نسلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ حضرت جابر ابن عبداللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "اِنَّ اللّٰهَ يُصْلِحُ بِصَلَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهٗ وَوَلَدَ وَلَدِهٖ وَيَحْفَظُ فِي ذُرِّيَّتِهٖ وَالِدٌ وَيُرَاتِ حَوْلَهٗ فَمَايَزَالُوْنَ فِي سَتْرِ مِنَ اللّٰهِ وَعَافِيَةٍ." رواہ ابن مردویۃ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعا وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما من قولہ وہذا لفظہ والمرفوع بمعناہ لابن المبارک و ابن ابی شیبۃ عن محمد بن المکندر موقوفا۔" [فتاویٰ رضویہ/ ۲۴۱، الدر المنثور، ۴/۲۳۵]

بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کی صلاح وتقویٰ سے اس کی اولاد در اولاد کو نیکی کی راہ پر گامزن فرما دیتا ہے اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی برکتیں عطا فرما دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی پردہ پوشی اور فتنوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: "اِنَّ اللّٰهَ يُخْلِفُ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ فِي وَلَدِهٖ ثَمَانِيْنَ عَامًا." رواہ احمد فی الزہد۔ اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی اولاد میں اسی ۸۰ برس تک اس کے ایمان وتقویٰ کی برکتیں برقرار رکھتا ہے۔ [فتاویٰ رضویہ ۲۳/ ۲۴۱، الدر المنثور، ۴۰/ ۲۳۵]

نسب اور خاندان کی عالی مرتبتی، انعامات الٰہیہ کی نسبت سے قائم ہوتی

ہے۔نبوت، ولایت، علم وحکمت، دین کی خدمت، تقویٰ اور باطنی طہارت، امارت، شجاعت، دولت کے حامل افراد جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو انہیں معاشرے میں ایک خاص امتیاز اور اعزاز نصیب ہوتا ہے اور پھر ان کی نسبت سے ان کی نسلوں میں بھی یہ اعزازی شناخت رواں ہوجاتی ہے۔آپ ایک بار پھر ان مذکورہ بالا اعزازی شناخت کے خداداد زوایوں پر نگاہ ڈال لیں تو یہ احساس ذہن ودماغ پر دستک دیتا نظر آئے گا کہ نبوت سے لے کر دولت اور امارت تک کی اعزازی نسبتیں خاص انعامات الٰہیہ ہیں۔

انعامات الٰہیہ کی نسبت سے سنت الٰہیہ یہ ہے کہ جس پر انعام الٰہی ہوتا ہے، اس پر اوروں کی نسبت سے ذمہ داری بھی بڑھادی جاتی ہے۔مشہور مقولہ ہے: "حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ." اور خود اس انعام پانے والے اور اس کے منتسبین پر اس نعمت کا احترام بھی لازم ہوتا ہے۔ورنہ رحمت الٰہیہ رفتہ رفتہ اپنی بساط سمیٹ لیتی ہے اور اس معزز کو قدرت، ذلت کی پستی میں دھکیل دیتی ہے۔اس کی واضح مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت یہود ہے۔قرآن حکیم کے بیان کے مطابق اس طبقے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کے اعزاز میں انعامات الٰہیہ کا تسلسل رہا لیکن جب یہ اعزاز یافتہ طبقہ، انعامات الٰہیہ کی مسلسل ناقدری کرتا رہا تو ان پر دائمی ذلت وخواری مسلط کردی گئی۔" ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْا" [آل عمران:۱۱۲] ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں۔

حدیث پاک میں ہے:"اِنَّ الزَّبَانِیَةَ اَسْرَعُ اِلٰی فَسَقَةِ الْقُرَّاءِ مِنْهُمْ اِلٰی عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ". [کنز العمال، حدیث:۲۹۰۰۵، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۰/۱۹۱] بے شک جہنم میں زبانیہ نام کے عذاب دینے والے فرشتے، مشرکین کے بجائے فاسق علما کی طرف زیادہ تیزی کے ساتھ لپکیں گے۔

اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے علم دین کی خداداد نعمت کی قدر نہیں کی، اس لیے ان پر دوہرا عذاب مسلط ہوگا۔یونہی جو اپنی نسبت نبوت کی قدر نہیں کرتا اور اس مقدس رسول کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ جاتا ہے تو قدرت اسے تباہ کردیتی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا نافرمان بیٹا کنعان، یا سادات کرام کے طبقے میں رافضی اور بدمذہب ہوجانے والے افراد۔جو خاندانی نسبت ولایت کی قدر نہیں کرتا ہے، اس پر قدرت، فسق وفجور مسلط کردیتی ہے۔اس کی بہتیری مثالیں مل جائیں گی۔جو خاندانی علم وحکمت کے خداداد اعزاز کی قدر نہیں کرتا، اس سے یہ نعمت چھن جاتی ہے اور وہ جہل اور بے قدری کا شکار ہوجاتا ہے۔یہی حال امارت، شجاعت اور دولت کا ہے کہ اگر اسے مرضی مولیٰ کے مطابق نہ برتا گیا اور ان نعمتوں کی قدر نہ کی گئی تو غربت وافلاس، دربدری، خوف اور بزدلی طاری کردی جاتی ہے۔بہت سے شاہی خاندان کے افراد نہایت کس مپرسی کے عالم میں زندگی گذار گئے۔

مختصر یہ کہ جنہیں عالی خاندان کی معزز نسبتیں حاصل ہیں، ان پر خود اس عالی نسبت کا احترام لازم ہے، کیونکہ یہ اوروں کی نسبت سے خاص اعزاز یافتہ ہیں، ان پر دوہری دوہری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان کے علاوہ جو دوسرے حضرات ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ ان انعامات الٰہیہ سے سرفراز افراد امت کا شایان شان اکرام فرمائیں اور دونوں جہان کی سعادتیں حاصل کریں، کیونکہ ان معزز افراد کا احترام دراصل نعمت الٰہیہ اور نسبت الٰہیہ کا احترام ہے جو ان حضرات کو حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سعادت یافتہ حضرات کی صفوں میں شمار فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین علیہ وآلہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم!

اس سلسلے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ

نے رسالہ مبارکہ ''ارائۃ الادب لفاضل النسب'' میں فاضلانہ بحث فرمائی ہے۔ میں اس کے ضروری اور متعلقہ حصے کی تلخیص یہاں درج کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''تحقیق مقام ومقال بکمال اجمال یہ ہے کہ مدار نجات تقویٰ پر ہے عَلٰی تَبَایُنِ مَرَاتِبِهَا وَ ثَمَرَاتِهَا. نہ کہ محض نسب، وَمَایُضَاهِیهِ مِنَ الْفَضَائِلِ مَوْهُوْبَاتِهَا وَمَكْسُوْبَاتِهَا. لہٰذا محض تقویٰ بس ہے، اگرچہ شرف نسب وتکمیل علوم رسمیہ نہ ہو اور مجرد شریف القوم یا ملاّ صاحب کہلانا کافی نہیں، ''اِنَّ الزَّبَانِيَةَ اَسْرَعُ اِلٰى فَسَقَةِ الْقُرَّاءِ مِنْهُمْ اِلٰى عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ'' حدیث ''مَنْ اَبْطَاءَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ''. [جو عمل میں سست ہوگا، فضل نسب میں آگے نہ ہوگا] کے یہی معنی ہیں۔ نہ یہ کہ فضل نسب شرعاً محض باطل ومہجور وہباء منثور، یا شرافت وسیادت، نہ دنیاوی احکام شرعیہ میں وجہ امتیاز، نہ آخرت میں اصلاً نافع وباعث اعزاز۔ حاشا ایسا نہیں، بلکہ شرع مطہر نے متعدد احکام میں فرق نسب کو معتبر اور سلسلۂ طاہرہ ذریت عاطرہ میں انسلاک وانتساب ضرور آخرت میں بھی نفع دینے والا ہے۔ کتاب النکاح میں سارا باب کفائت تو خاص اسی اعتبار تفرقہ ومزیت پر مبنی ہے''۔

قبیلہ قریش کی مختلف جہتوں سے احادیث مبارکہ، اقوال ائمہ کی روشنی میں فضائل پیش کرنے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

''مشاہدہ شاہد اور تجربہ گواہ ہے کہ شریف قومیں بحیثیت مجموعی دیگر اقوام سے حیا، حمیت، تہذیب، مروت، سخاوت، شجاعت، سیر چشمی، فتوت، حوصلہ، ہمت، صفائے قریحت وغیرہا بکثرت اخلاق حمیدہ موہوبہ مکسوبہ میں زائد ہوتی ہیں اور سب کا آدم وحوا علیہما الصلوٰۃ والسلام ایک ماں باپ سے ہونا جس طرح تفاوت افراد کا نافی نہیں۔ ایک آدمی لاکھ برابر ہوتا ہے، رسو اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں: ''لَيْسَ شَيْءٌ خَيْراً مِنْ اَلْفٍ مِثْلُهٗ اِلَّا الْاِنْسَانُ.'' اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ۔'' [المعجم الکبیر، ۶/ ۲۳۸] انسان کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں جو اپنے ہم جنس میں سے ہی ایک ہزار سے زیادہ بہتر ہو [یعنی انسانوں میں ایک انسان ایسا بھی ہوتا ہے جو ہزاروں انسان سے افضل ہوتا ہے۔ ایسی افضلیت کا تناسب کسی اور مخلوق میں نہیں پایا جاتا۔ ۱۲ ساحل]

یونہی تفاوت اصناف واقوام کا منافی نہیں، قریش کی جراءت، شجاعت، سماحت، فتوت، قوت، شہامت اسلام وجاہلیت دونوں میں شہرۂ آفاق رہی ہے اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم، یونہی جاہلیت میں بنی باہلہ خست ودنائت سے معروف تھے''۔

اسی تفاوت ہمت کے باعث ہے کہ دنیا ودین دونوں کی سلطنتیں یعنی سلطنت ملک وسلطنت علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی، دوسری قوموں کا اس میں حصہ معدوم یا کالمعدوم ہے۔ عجم میں جو شریف قومیں تھیں اور ہیں، خصوصاً اہل فارس--- تو مصداق حدیث صحیح..... علم اگر ثریا پر آویزاں ہوتا تو ایک مردِ فارسی وہاں سے لے آتا..... سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فارسی ہونا کیا مضر، خصوصاً اولاد کسریٰ کہ فارس کی اعلیٰ نسل شمار ہوتی ہے جو ہزارہا سال صاحبِ تاج وتخت رہی اور ان کی مجوسیت، شریف قوم گنے جانے کے منافی نہیں۔ جیسے قریش کہ زمانۂ جاہلیت میں بت پرست تھے اور بلاشبہ وہ تمام جہان کی اقوام سے افضل قوم ہے۔ انہیں فارسیوں میں امام بخاری بھی ہیں، یونہی خراسانی کہ وہ بھی فارسی ہیں۔''

پھر حضور کی قرابت کی عظمتیں، اوصاف، دنیا اور آخرت میں اس نسبت رسالت کی افادیت پھر شہداء، صالحین سے نسبی اور غیر نسبی تعلق کی دنیا اور آخرت میں افادیت کی احادیث مبارکہ درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''جب عام صالحین کی صلاح، ان کی نسل واولاد کو دین ودنیا وآخرت میں

نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وعلی وجعفر وعباس وانصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح کا کیا کہنا، جن کی اولاد میں شیخ صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں، کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین ودنیا وآخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر! حضرات علیہ سادات کرام اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضور پرنور سید الصالحین، سید العالمین، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع واعلیٰ وبلند وبالا ہے"۔

پھر فضائل اہل بیت مصطفےٰ ومحبین اہل بیت کی احادیث مبارکہ درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں: "ان نصوص جلیلۂ قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے روشن ہوا کہ حدیث مسلم: "عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عنه: "مَنْ اَبْطَاءَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ"۔ [مسلم شریف، ۲/۳۴۵] جو عمل میں پیچھے ہو، اس کا نسب نفع بخش نہ ہوگا۔ میں نفع مطلق ہے، نہ کہ نفی مطلق، ورنہ معاذ اللہ! آیت کریمہ: "اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ" [طور:۲۱] ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا، کے صریح معارض ہوگی۔

نہ آیۃ کریمہ: "فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ." [المومنون:۱۰۱] تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ کوئی ایک دوسرے کی بات پوچھے، کہ یہ ایک وقت کے لیے مخصوص ہے۔..... جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرق احکام ونفع آخرت بلاشبہ ثابت تو امثال حدیث: "اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ." [الترغیب والترہیب، ۳/۶۱۲] [نہ عربی کی فضیلت عجمی پر ہے اور نہ ہی گورے کی کالے پر] وحدیث: "اُنْظُرْ فَاِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰی". [ایضا، ایضا] [بے شک تم کالے اور گورے سے

بہتر نہیں ہو ہاں تمہیں صرف تقویٰ سے فضیلت حاصل ہے] میں مثل آیہ کریمہ: "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ" [الحجرات:۱۳] [بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے] سلب فضل کلی ہے، نہ کہ سلب کلی فضل۔

بالجملہ تفاضل انساب بھی یقیناً ثابت اور شرعاً اس کا اعتبار بھی ثابت، اور انساب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزماً ثابت اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر وضائع وبرباد جاننا سخت مردود وباطل، خصوصاً اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب، بلکہ قریش، بلکہ بنی ہاشم، بلکہ سادات کرام کو بھی شامل۔ اب یہ قول اشد غضب وہلاک دیوار سے مائل اور اسی پر نظر غفرلہ القدیر کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب، نہ کہ قریش، نہ کہ ہاشم، نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل"۔

پھر اس ذیل کی چند احادیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "ہاں نسب پر فخر جائز نہیں۔ نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا، تکبر کرنا جائز نہیں۔ نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں۔ اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دکھانا جائز نہیں۔ احادیث جو اس باب میں آئیں، انہیں معانی کی طرف ناظر ہیں۔" [فتاویٰ رضویہ جدید، ۲۳/ ۲۰۵-۲۵۵ ملخصا]

نسب کی شرافت کے تحفظ کا اہتمام عرصۂ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ حضرت ہابیل کو جب قابیل نے قتل کیا تو قابیل کی نسل میں کمتری کا سلسلہ چل پڑا، اس کے خاندان میں سب سے پہلے بت پرستی کا آغاز ہوا۔ قبطی، بنی اسرائیل سے کم تر تھے، پھر ان کی شاخوں میں بھی شرافت ودنائت کے یہ سلسلے دراز ہوئے۔ اس لیے

پوری دنیا میں خاندان اور قبیلے کی حفاظت کا اہتمام تھا، عرب اس کا خاص اہتمام فرماتے۔ عربوں کے یہاں نسب دانوں کا ایک خاص طبقہ بھی تھا جسے نسابین کہا جاتا تھا۔ ان میں مغفل، عمیرہ، ابن لسان، زید بن الکیس، نجار اور عبداللہ ممتاز نسّاب شمار ہوتے تھے، خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے نسب داں تھے۔ حدیث پاک میں ہے: "فَاِنَّ اَبَا بَکْرٍ اَعْلَمُ قُرَیْشٍ بِاَنْسَابِھَا وَاِنَّ لِیَ فِیْھِمْ نَسَباً۔" [مسلم شریف، فضائل الصحابۃ] یقیناً ابوبکر، قریش کے سب سے بڑے نسب داں ہیں اور میرا نسب بھی قریش سے متعلق ہے۔

نسب کی حفاظت کی ترغیب خود اسلام نے بھی دی ہے۔ کفائت کا پورا باب اس حکم پر مبنی ہے۔ حضرات محدثین روایت حدیث کے سلسلے میں راوی کا نسب بھی دریافت فرماتے۔ اگر وہ مجہول النسب ہوتا تو اس کی روایت قبول نہ کرتے۔ حدیث پاک کا یہ ارشاد بھی نسب کے حفظ وتعلم کا رہنما ہے:

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ: تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِہٖ اَرْحَامَکُمْ، فَاِنَّ صِلَۃَ الرَّحِمِ مَحَبَّۃٌ فِی الْاَھْلِ مَثْرَاۃٌ فِی الْمَالِ مَنْسَاۃٌ فِی الْاَثَرِ۔" [ترمذی شریف، کتاب البر والصلۃ، ۲/ ۱۹] تمہیں اپنی قرابت داریوں کی واقفیت حاصل کرنی چاہئے کہ اس سے آپسی محبت اور مالی ثروت میں اضافہ ہوتا ہے اور عمریں طویل ہوتی ہیں۔

ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

"تَعَلَّمُوْا النَّسَبَ وَلَا تَکُوْنُوْا کَنَبَطِ السَّوَادِ، اِذَا سُئِلَ اَحَدُھُمْ عَنْ اَصْلِہٖ قَالَ مِنْ قَرْیَۃِ کَذَا۔" [العقد الفرید، ۳/ ۳۷] اپنا نسب نامہ سیکھو اور عراق کے نبطیوں کی مانند مت ہو جاؤ کہ جب ان میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ تم کس

خاندان سے ہو تو کہتے ہیں کہ ہم فلاں شہر کے ہیں۔ [تاریخ تمدن عرب، ص: ۵۳]

اسی اہتمام، اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر اس نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کر لی اور محققین نے علم الانساب پر کثیر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم میں لکھتے ہیں: "علم الانساب ھو علم یعرف منه انساب الناس وقواعده الکلیة والجزیئة والغرض منه الاحتراز عن الخطاء فی نسب شخص. وھو علم عظیم النفع جلیل القدر. اشار الکتاب العظیم فی: "وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا" الیٰ تفهمه وحث الرسول الکریم صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و آله وسلم فی: "تَعَلَّمُوْا اَنْسَابَکُمْ تَصِلُوْا اَرْحَامَکُمْ" علی تعلمه. والعرب قد اعتنیٰ فی ضبط نسبه الی ان کثر اهل الاسلام واختلط انسابهم بالأعجام فتعذر ضبطه بالآباء فانتسب کل مجهول النسب الیٰ بلده او حرفته او نحو ذٰلک حتی غلب هٰذا النوع." [ابجد العلوم، ۲/ ۳۵۷]

علم الانساب کے ذریعہ لوگوں کے نسب کے معرفت ہوتی ہے اور اس کے کلی اور جزئی قواعد معلوم ہوتے ہیں۔ اس فن کی تدوین سے مقصود یہ ہے کہ کسی شخص کے نسب میں غلطی سے بچا جا سکے۔ اس علم کے بڑے جلیل الشان فائدے ہیں۔ خود قرآن حکیم نے آیت کریمہ: "وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا" میں اس فن کو سمجھنے کی دعوت دی ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اس مبارک ارشاد: "تَعَلَّمُوْا اَنْسَابَکُمْ تَصِلُوْا اَرْحَامَکُمْ" [اپنے نسب کی واقفیت حاصل کرو، اس سے صلہ رحمی میں اضافہ ہوتا ہے] کے ذریعہ اس فن کو سیکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ عربوں نے اپنے نسب کے حفظ وضبط کا خوب اہتمام کیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی تعداد میں کثرت سے اضافہ ہوا اور عربوں کے نسب عجمیوں کے ساتھ

خلط ملط ہوگئے تو ان کے لیے اپنے آبائی سلاسل نسب کی حفاظت اور یاد داشت دشوار ہوگئی تو اب ایسے مجہول النسب افراد خود کو اپنے وطن یا پیشے وغیرہ کی طرف منسوب کرنے لگے اور اب یہی طرز شناخت رائج ہوگئی۔۱۲ ساحل

کنز الانساب کے مصنف لکھتے ہیں: ''بدانکہ علم انساب عبارت است از شناختن اصول وفروع اہل اقالیم عموماً وتحقیق تشعب وتکثر سادات خصوصاً وعلمائے ایں فن انساب رادہ طبقہ نہادہ اند۔

اول جزم کہ آں قطع است یعنی نسبت بجائے رسد کہ از آنجا تجاوز متعذر بود بسبب کثرت اختلاف در آباء واسماء ایشاں وآں نسبت بحضرت رسالت امابعد نان است یا قحطان- چہ رسول فرمود: لانسب فوق قحطان۔

دوم جمہور یعنی اجتماع و کثرت یقال جمہرۃ الانساب ای مجموعہا-سیم شعب، چہارم قبیلہ وایں فروتر است از شعب، قال اللہ تعالیٰ: "وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا" پنجم عمارہ وجمع او عمار کنند، ششم بطن، ہفتم فخذ، ہشتم عشیرہ، وآں قومے را گویند کہ پدر چہارم ایشاں یکے باشد واُسرہ نیز خوانند، نہم رہط، دہم فصیلہ، وآں اہل وخاصہ شخصے را گویند وجمع بر فصائل کنند-قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: "وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ." مثلاً نسبت بارسول اللہ جزم بنو عدنان باشند وجمہور بنو نزار وشعب بنی مضر وقبیلہ خندف، وعمارہ اولاد الیاس بن مضر وبطن بنی کنانہ وفخذ قریش وعشیرہ بنی قصی ورہط بنی عبد مناف وفصیلہ بنی ہاشم۔'' [کنز الانساب، سید مرتضیٰ الملقب بہ علم الہدیٰ، ص ۳-۴- ناشر میرزا محمد ملک الکتاب]

''علم الانساب، انسانوں کے بالائی اور زیریں نسبی سلسلے کی شناخت کو کہتے ہیں۔ اس فن میں سادات کرام کی نسبی شاخوں کا تعارف خصوصی طور سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس فن کے علمانے انساب کے دس طبقات بیان کئے ہیں:

پہلا طبقہ جزم، جس کا مطلب قطع ہوتا ہے، یعنی سلسلۂ نسب اس حد تک بیان کردیا جائے کہ اس کے بعد تحقیقی طور پر نسبی سلسلہ بیان کرنا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اس کے بعد آبائے کرام کے اسمائے گرامی اور تعداد میں کثیر اختلاف رہا ہے۔ جیسے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آبائی سلسلہ عدنان یا قحطان تک قطعی طور سے پہنچتا ہے۔ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: "لَانَسَبَ فَوْقَ قَحْطَانَ." قحطان کے بعد نسب کا یقینی سلسلہ ختم ہوجاتا ہے، پھر ظن وتخمین کا معاملہ رہ جاتا ہے۔

دوسرا طبقہ: جمہور یعنی کثرت واجتماع۔ کہتے ہیں: جمہرۃ الانساب یعنی انساب کا مجموعہ۔ تیسرا طبقہ: شعب۔ چوتھا: قبیلہ۔ یہ شعب سے کمتر ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا." [الحجرات:۱۳] اور ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ پانچواں طبقہ: عمارہ، جس کی جمع عمار آتی ہے۔ چھٹا طبقہ: بطن۔ ساتواں طبقہ: فخذ۔ آٹھواں طبقہ: عشیرہ۔ عشیرہ کا اطلاق اس خاندان پر ہوتا ہے جن کی چوتھی پشت کے جد ایک ہوں یعنی وہ آپس میں چوتھی پشت میں جاکر یک جدی ہوجائیں۔ اسے اُسرہ بھی کہتے ہیں۔ نواں طبقہ: رہط۔ دسواں طبقہ: فصیلہ۔ فصیلہ کسی خاص شخص کے اہل وعیال کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع فصائل آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ." [المعارج:۱۳] ترجمہ: اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے۔

ان دس طبقات کو مثال کی روشنی میں یوں سمجھو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاندانی نسب نامہ بنو عدنان تک جزم کہلائے گا۔ بنو نزار، طبقہ جمہور میں آتے ہیں۔ بنو مضر، شعب ہیں۔ خندف، قبیلہ ہے۔ الیاس بن مضر کی اولاد، طبقۂ عمارہ ہے۔ بنو کنانہ بطن ہیں۔ قریش، فخذ ہیں۔ بنو قصی، عشیرہ ہیں۔ بنو

عبد مناف، رھط ہیں۔ بنو ہاشم، فصیلہ ہیں۔ ۱۲ ساحل

اس فن کی باضابطہ تدوین امام النسابین ہشام بن محمد بن سائب کلبی [م ۲۰۴ھ] نے کی اور اس فن میں پانچ کتابیں تصنیف فرمائیں: ۱- المنزلۃ، ۲- الجمھرۃ فی الانساب، ۳- الوجیز، ۴- الفرید، ۵- الملوک، پھر اس فن میں بھی تصنیف وتالیف کا سلسلہ چل پڑا اور کثیر کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری کی انساب الاشراف [۲۰ جلدیں] عبدالملک ابن ہشام کی انساب حمیر و ملوکہا، ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی نحوی کی انساب الرشاطی اور انساب الشعراء، سمعانی کی الانساب، زبیر بن بکار قریشی کی انساب قریش، محبّ الدین محمد بن محمود بن نجار بغدادی کی انساب المحدثین، قاضی مہذب کی الانساب کافی شہرت رکھتی ہیں۔ ان میں بلاذری کی انساب الاشراف کو خصوصی اہمیت اور افادیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

ہندوستان میں بھی اس موضوع پر کثیر کتابیں تصنیف ہوئیں۔ ''اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں'' کے مصنف نے علم الانساب پر ۵۶ کتابوں کے نام ذکر کئے ہیں۔ ان میں بعض شخصی نسب نامے ہیں بعض میں کسی خاص قبیلے کی خاندانی تفصیل ہے۔ ان میں عمومی سطح کی چند کتابیں یہ ہیں:

۱- مآثر السادات۔ قاضی ضیاالدین برنی، ۲- بحر الانساب، شیخ محمد بن جعفر حسین مکی، ۳- اشرف الانساب خلاصہ بحر الانساب، مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، ۴- مجمع الانساب، محمد بن علی، ۵- منبع الانساب، شیخ سید معین الدین جھونسوی، ۶- نسب الانساب، شیخ ابراہیم کالپوی تصنیف ۱۰۰۴ھ، ۷- تذکرۃ الاسلاف وتبصرۃ الاخلاف، سید محمد علی شاد عظیم آبادی، ۸- کتاب فی الانساب، سید علی نجف علی نونہروی، ۹- کتاب فی الانساب، قاضی نجم الدین علی خاں کاکوروی، ۱۰- تذکرۃ الانساب، اردو، سید امام

الدین احمد گلشن آبادی، ۱۱- تحقیق الانساب، فارسی [اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، سید عبدالحئی رائے بریلوی، ص ۱۱۵، ۱۱۹، دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۹ء]

حضرات اہل بیت کی سب سے روشن فضیلت یہ ہے کہ ان کی شان میں طہارت، تسلیم اور مودت کی آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔ سورۂ احزاب کی آیت مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے: ''إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا''. [الاحزاب: ۳۳] اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ یہ آیت کریمہ حضرات اہل بیت کی طہارت، عظمت، فضیلت کا سرچشمہ ہے۔ تفصیل کے لیے معتبر تفاسیر کی کتابیں ملاحظہ کیجئے۔

پارہائے صُحف، غنچہائے قدس — اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے — اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر — اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

آیت مباہلہ [آل عمران: ۶۱] کی تفسیر میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ زہرا، حضرت علی مولائے کائنات، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر نجران کے نصرانیوں کے مقابلے میں مباہلہ کے لیے تشریف لائے تو اس وقت آپ نے فرمایا: ''اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ.'' [مسلم شریف] اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، لیکن ان کے پادریوں نے جب ان مقدس نفوس اور روشن چہروں کو دیکھا تو لرز گئے اور اپنے ساتھیوں کو مباہلہ کرنے سے سختی کے ساتھ روکا۔ روایت میں ہے کہ حضور سرکار دو

عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، نجران والوں پر عذاب قریب آ ہی چکا تھا۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیئے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرندے تک نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کے عرصہ میں تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے [خزائن العرفان]

اس سے جہاں حضرات اہل بیت کی عظمت اور مقبولیت بارگاہ الٰہی کا اظہار ہوتا ہے، وہیں توسل کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ جس دعا پر حضرات اہل بیت آمین فرمادیں، وہ فوراً قبولیت سے سرفراز ہو جائے۔

آیت کریمہ: "سَلَامٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ." [الصافات: ۱۲۷] میں ایک تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مروی ہے: "نَحْنُ آلُ مُحَمَّدٍ الْیَاسِیْنُ." [تفسیر درمنثور] وہ الیاسین ہم آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

جس گھرانے پر عرش سے تسلیم نازل ہو، اس کی عظمت کا کوئی کیا انداز کر سکتا ہے؟

ہجرت کے بعد جب حضرات انصار مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، حضور کی ظاہری بے سروسامانی اور مصارف کی کثرت ملاحظہ کرنے کے بعد بہت سا مال نذر بارگاہ کرنے کے لیے لائے تو حضور نے وہ مال لوٹا دئے اور پھر اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "قُلْ لَّا اَسْاَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی." [الشوریٰ: ۲۳] تم فرماؤ میں اس [تبلیغ رسالت اور ارشاد و ہدایت] پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت [کنز الایمان]

حضرات صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ فرمایا: علی، فاطمہ،

اور ان کے دونوں بیٹے [زرقانی علی المواہب ۷/۲۰] رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرات اہل بیت کی شان کرم وسخا کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ،وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ." [الدہر: ۷،۸] اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو [کنز الایمان]

اس آیت کریمہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: "یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئی۔ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے۔ ان حضرات نے اُن کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی۔ اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔ نذر کی وفا کا وقت آیا، سب صاحبوں نے روزے رکھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دیدی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔" [خزائن العرفان ص: ۹۲۶]

احادیث مبارکہ تو اس باب میں اس کثرت سے وارد ہیں کہ صفحات کے صفحات لبریز ہو جائیں۔ حصول برکت کے لیے چند احادیث مبارکہ پیش کرتا ہوں۔

✿ حضرت زید بن ارقم اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [واللفظ لابن الارقم] "اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ ،اَحَدُهُمَا

اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ: کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ وَلَمْ یَتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ، فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ." [مشکوٰۃ شریف: ص ۵۶۹] بے شک میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔ پہلا دوسرے سے بڑا ہے۔ ایک کتاب اللہ، ایک لمبی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک ہے اور دوسری چیز میری عترت میرے اہل بیت۔ اور یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ دونوں [قرآن حکیم اور اہل بیت] حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ دیکھو کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کیا معاملہ رکھتے ہو۔

✿ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، کیونکہ وہ [تمہارا رب ہے اور] تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی محبت کیوجہ سے اور میرے اہل بیت کو محبوب رکھو میری محبت کی وجہ سے [مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۷۳]

✿ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "کُلُّ نَسَبٍ وَ صِھْرٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا نَسَبِیْ وَصِھْرِیْ"، رواہ ابن عساکر عن عبداللہ بن امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔" [کنز العمال، ۱۱/ ۴۰۹] قیامت کے دن سارے دادیہالی اور نانیہالی رشتے ختم ہو جائیں گے، مگر میری قرابتیں باقی رہیں گی۔

✿ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا، اسے میرا رب عذاب نہ فرمائے گا، رواہ الحاکم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ [المستدرک للحاکم، ۳/ ۱۵۰]

✿ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَوَّلُ مَنْ یَرِدُ عَلَیَّ الْحَوْضَ اَھْلُ بَیْتِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ مِنْ اُمَّتِیْ." رواہ الدیلمی عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔" [کنز العمال، حدیث: ۳۴۱۷۸، ۱۲/ ۱۰۰] سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت ہیں اور میری امت سے میرے چاہنے والے۔

✿ سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "اِنَّ فَاطِمَۃَ اَحْصَنَتْ فَحَرَّمَھَا اللّٰہُ وَذُرِّیَّتَھَا عَلَی النَّارِ." رواہ الحاکم والطبرانی وابویعلی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔" [کنز العمال، حدیث: ۳۴۲۲۰، ۱۲/ ۱۰۸] بے شک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی تمام نسل کو آگ پر حرام فرما دیا۔

✿ ابن عساکر نے دوسری روایت یہ بھی درج کی ہے: "اِنَّمَا سُمِّیَتْ فَاطِمَۃَ لِاَنَّ اللّٰہَ فَطَمَھَا وَذُرِّیَّتَھَا عَنِ النَّارِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ". [فیض القدیر، ۱/ ۱۶۸] خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام فاطمہ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی نسل کو قیامت میں آگ سے محفوظ فرما دیا۔ رواہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

✿ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارے بیٹے جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں۔ [کنز العمال، ۷/ ۱۱۱]

✿ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت مسرور دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! آج ہم آپ کو بہت مسرور وخوش دیکھتے ہیں۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا: ''ہم کیسے مسرور نہ ہوں، جبکہ جبرئیل امین میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی ہے کہ بلاشبہ حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اوران کے والداُن سے بھی افضل ہیں [کنزالعمال، ۷/ ۱۰۸] دوسری روایت میں یہ بھی شامل ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں [مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۷۱]

✿ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی عرش سے ندادے گا کہ اے اہل محشر! اپنے سر جھکالو اور آنکھیں بند کر لو تاکہ حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پل صراط سے گذر جائیں۔ تب حضرت خاتون جنت ستر ہزار حوروں کے جلو میں پل صراط سے اس طرح گذر جائیں گی جیسے بجلی کوند گئی۔ [الصواعق المحرقہ]

✿ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ: اپنے نبی کی محبت اور اپنے نبی کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کی قرأت [سراج منیر شرح جامع صغیر، ۱/ ۷۱]

✿ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے تو وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو وہ منافق ہے یا ولد الحرام یا حیضی بچہ، رواہ البارودی وابن عدی والبیھقی فی الشعب وآخرون عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم [الفردوس بمأثور الخطاب، ۳/ ۶۲۶]

✿ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ، لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُجَابٍ، اَلزَّائِدُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدْرِ اللّٰهِ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُعِزَّ بِذٰلِكَ مَنْ اَذَلَّ اللّٰهُ وَيُذِلَّ مَنْ اَعَزَّ اللّٰهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِي مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَّارِكُ

بِسُنَّتِي''، رواہ الترمذی والحاکم عن ام المومنین والحاکم عن علی والطبرانی عن عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اولہ: سبعۃ لعنتہم وزاد المستاثر بالفئی وسندہ حسن۔''

چھ شخص ہیں جن پر میں نے، اللہ تعالیٰ نے اور ہر نبی نے لعنت کی جن کی دعا قبول ہوتی ہے: ۱- کتاب اللہ میں بڑھانے والا، ۲- اور تقدیر الٰہی کا جھٹلانے والا، ۳- اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے کہ جسے اللہ نے ذلیل بنایا، اسے عزت دے اور جسے خدا نے معزز کیا، اسے ذلیل کرے، ۴- اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال جاننے والا، ۵- اور میری عترت کی ایذا رسانی اور بے تعظیمی روا رکھنے والا، ۶- اور میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑنے والا۔'' [فتاویٰ رضویہ/ ۲۵۳، ۲۵۴]

گفتگو ذرا طویل ہوگئی لیکن ع لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم

رب تبارک وتعالیٰ ہمیں حضرات اہل بیت کی تکریم اور خدمت کرنے والوں میں باقی رکھے اور حضرات سادات کرام کو اس نسبت مصطفےٰ کی پاس داری اور علم دین مصطفےٰ کے حصول کی توفیق عطا فرماتا رہے کہ یہ ان کے گھر کی دولت ہے اور یہ اس کے اوروں سے زیادہ مستحق ہیں۔ علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ کے ان اشعار پر یہ باب ختم کرتا ہوں۔

یا رب بشفاعت محمد یارب بجناب آل احمد
محشور بآل فاطمہ کن مسرور بحسن خاتمہ کن

[مثنوی معراج الکمال، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی]

کتابیات

القرآن الکریم

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، فاروقیہ بکڈپو، دہلی

.....

۱- ابجد العلوم-نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی، صدیقی پریس بھوپال ۱۲۹۶ھ

۲- ارشاد الساری شرح البخاری، شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی [م ۹۲۳ھ]، دار الکتاب العربی، بیروت

۳- اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، سید عبدالحی رائے بریلوی، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۶۹ء

۴- تاریخ بلگرام، سید فرزند احمد صفیر بلگرامی، بک سینٹر، فاطمہ منزل، ڈگی روڈ، علی گڑھ

۵- تاریخ تمدن عرب، سید ظہیر احمد زیدی، بزم قاسمی برکاتی، کانپور ۲۰۰۰ء

۶- تکمیل الایمان، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، المجمع الاسلامی، مبارک پور

۷- تہذیب التہذیب، امام شمس الدین ذہبی، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد

۸- جامع ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۹- جزاء اللہ عدوہ بآباۂ ختم النبوۃ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، نوری کتب خانہ لاہور

۱۰- الخصائص الکبریٰ، علامہ شیخ جلال الدین ابوعبدالرحمن سیوطی [م ۹۱۱ھ]، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات

۱۱- الدرایۃ شرح النقایۃ، امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی،

۱۲- الدر المنثور، امام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی [م ۹۱۱ھ] دار احیاء التراث العربی، بیروت

۱۳- روضۃ الکرام جدید ہندوستانی ایڈیشن، سید وصی الحسن زیدی، ترتیب جدید وتکملہ:

سید احمد رضا آزاد بلگرامی، غازی منڈی، لکھنؤ ۱۹۴۱ء

۱۴- زرقانی علی المواہب، امام محمد عبدالباقی زرقانی، [م ۱۱۲۲ھ] دار المعرفۃ بیروت

۱۵- سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی، ناشر: ملک الکتاب میرزا محمد شیرازی، ممبئی، ۱۳۰۳ھ

۱۶- سبع سنابل، میر عبدالواحد بلگرامی، اردو ترجمہ: مولانا خلیل احمد، رضوی کتاب گھر، بھیونڈی، تھانہ مہاراشٹر

۱۷- سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، سراج السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی، اردو ترجمہ: پروفیسر سید احمد امین قادری، رضا فاؤنڈیشن، ماہم، ممبئی

۱۸- سنن ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ [م ۲۷۳ھ]، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۹- سنن ابوداؤد، ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، دار الفکر، بیروت

۲۰- سنن النسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی، المطبع النظامی، کانفور، ۱۲۹۶ھ

۲۱- شرعۃ الاسلام، امام رکن الاسلام محمد ابن ابوبکر [م ۵۷۳ھ]، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ

۲۲- شعب الایمان، امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی [م ۴۵۸ھ] دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۳- صحیح البخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری [م ۲۵۶ھ] مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۲۴- الصواعق المحرقۃ، شہاب الدین احمد بن حجر مکی [م ۹۷۳ھ] مکتبہ مجیدیہ، ملتان

۲۵- العقد الفرید، ابوعمر احمد بن محمد ابن عبدربہ اندلسی، مطبعۃ الاستقامۃ، قاہرہ ۱۹۵۳ء

۲۶- فتاویٰ رضویہ جدید، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۲۷- فتح الباری شرح البخاری، شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی [م ۸۵۲ھ]، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۸- الفتوحات المکیۃ، شیخ محی الدین ابن عربی، دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۹- الفردوس بماثور الخطاب، امام شہردار بن شیرویہ دیلمی [م ۵۵۸ھ]، دار الکتب

العلمیۃ، بیروت

۳۰- کتاب التشریح، امام فخر الدین رازی،

۳۱- کنز الانساب، سید مرتضیٰ الملقب بہ علم الہدیٰ، ناشر میرزا محمد ملک الکتاب

۳۲- کنز العمال، علاء الدین علی متقی [م ۹۷۵ھ] موسسۃ الرسالۃ، بیروت

۳۳- مآثر الکرام [اردو]، ترجمہ: مفتی محمد یونس رضا اویسی، المجمع الرضوی، بریلی شریف

۳۴- متحدہ اسلام کا منشور، راشد شاز، ملی پبلی کیشنز، نئی دہلی ۲۵

۳۵- مثنوی معراج الکمال قلمی، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، انداراج: 891/5514/13/2

۳۶- مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ملا علی بن سلطان قاری [م ۱۰۱۴ھ]، المکتبۃ الحبیبیہ، کوئٹہ

۳۷- المستدرک للحاکم، ابو عبد اللہ الحاکم [م ۴۰۵ھ] دار الفکر، بیروت

۳۸- مسلم شریف، امام مسلم بن حجاج قشیری [م ۲۶۱ھ]، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

۳۹- مشکوٰۃ المصابیح، امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی [م ۷۴۲ھ]، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

۴۰- المعجم الکبیر، سلیمان احمد طبرانی [م ۳۶۰ھ] مکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت

۴۱- الملفوظ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، مکتبۃ المدینہ، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶

۴۲- مناقب السادات، ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی، قلمی مخطوطہ، مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ

۴۳- النقایۃ، امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی،

سلطان شیر شاہ سوری پبلی کیشنز، شہسرام

کی منظر عام پر آنے والی کتابیں

اَلنُّوْرُ وَالْبَهَاءُ لِاَسَانِيْدِ الْحَدِيْثِ وَسَلَاسِلِ الْاَوْلِيَاءِ

تصنیف: سراج السالکین سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ

ترجمہ وتقدیم: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ] صفحات: ۸۰، قیمت: ۳۰/روپے

عرفان عرب: تصنیف: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

''عرفان عرب'' عربی ادب کی تاریخ پر لکھی جانے والی اردو کتابوں میں بالکل منفرد ہے۔ مصنف کے رواں اسلوب اور انوکھی بُنت نے اس کو جامعیت کے ساتھ دلکشی بھی دیدی ہے۔ صفحات: ۵۶۸/، قیمت ۲۵۰/روپے

متنبی۔ ایک خصوصی مطالعہ۔ تصنیف: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]، صفحات: ۱۸۴، قیمت: ۱۰۰/روپے

ملک العلما: تصنیف: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

صفحات: ۳۶۸۔ قیمت: ۱۵۰/روپے

حضرت صادق شہسرامی۔ حیات اور شاعری

تصنیف: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]، صفحات: ۳۶۸۔ قیمت: ۱۵۰/روپے

منبع الانساب: تصنیف: حضرت سید معین الحق جھونسوی قدس سرہٗ

ترجمہ، تحشیہ، تقدیم: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی، صفحات: ۹۹۶/، قیمت: ۵۰۰/روپے

اورادقادریہ: تالیف: مفتی ساحل شہسرامی [علیگ]

صفحات: ۳۸۴/ قیمت: ۲۰۰/روپے

مساهمة العلامة فضل حق الخيرابادي في الدراسات الاسلامية والفلسفية۔ [عربی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ] صفحات: ۵۰۴/ سائز: 20*30 قیمت: ۳۰۰/روپے

اس کتاب پر مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی کو علی گڈھ مسلم یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض ہوئی۔

PDF created by WASTI
NETWORK

FAZAAEL-E-SADAAT

by:

Allama Mir Ghulam Ali
Azad Bilgerami (A.R.)

Translation & Annotation by:

Mufti Dr. Sahil Shahsarami(Alig.)

Published by:
Sultan Sher Shah Suri Publications
Mohalla Madar Darwaza, Sasaram
Rohtas, Bihar - 821115

Rs. 70/-